

درس عظیم

رضوان اللہ
علیہم اجمعین

صحابہ کرام

اور ان کے فدایانہ کارروائیاں



تالیف ندیم غفرلہ الرحیم

فاضل جامعہ امداد العلوم الاسلامیہ پشاور صدر و متخص جامعہ ابو ہریرہ نوشہرہ

مکتبہ دار الشہداء

دس عظیم صحابہ کرام

مرضوان اللہ علیہم اجمعین

اور ان کے فدا یا نہ

کارروائیاں

تالیف

ندیم غفرلہ الرحیم

فاضل جامعہ امداد العلوم الاسلامیہ پشاور صدر

و متخصص جامعہ ابو ہریرہؓ نوشہرہ

ناشر: دار الشہداء

جملہ حقوق بحق مؤلف محفوظ ہیں

نام کتاب: دس عظیم صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور ان کے فدایانہ کارروائیاں

مؤلف: مفتی ندیم خان درویش حفظہ اللہ تعالیٰ و سرعہ

سن اشاعت: اکتوبر 2019 (صفر المظفر 1441ھ)

کمپوزنگ: مؤلف

1100

تعداد:

ناشر: مکتبہ دار الشہداء

ملنے کے پتے

مکتبہ فیض القرآن المکہ مارکیٹ دوکان نمبر بارہ شاہ گئی تھانہ 0314-4003621

مکتبہ ختم نبوت عبدالغنی مارکیٹ محلہ جنگی پشاور موبائل: 0312-988001

دارالعلوم فیض القرآن عبدالستار کورونہ سفید سنگ 0302-8071231

انتساب

بندہ اس حقیر کاوش کو دورِ صحابہ رضی اللہ عنہم سے لے
کر آج تک اور آج سے لے کر قرب قیامت تک
سب استشہاد یوں، شہیدوں، غازیوں کو منسوب
کرنے کی سعادت حاصل کرنا چاہتا ہے جن ہی
کے قربانیوں کی بدولت آج منبر و محراب، مساجد و
مدارس، خانقاہیں اور دینی مراکز وغیرہ قائم و آباد
ہیں۔

اظہار تشکر

سب سے پہلے بندہ اپنے رحیم و کریم اور بے نیاز
رب کے شکر گزار ہے کہ یہ سب کچھ انہی کے توفیق سے
ہے۔ اور اسی طرح جناب قاری عطا اللہ شاہ صاحب
اور جناب بخشش صاحب کے انتہائی مشکور ہوں کہ اردو کی
تصحیح فرمائی۔ اور جس نے بھی اس سلسلے میں تعاون کی
ہو سب کے مشکور ہوں، اللہ تعالیٰ سب کو میرے والدین
کریمین، اساتذہ کرام، اہل و عیال، دوستوں اور متعلقین
سمیت دنیا اور آخرت میں سرخرو فرمائیں، آمین،

اور خاص الخاص شاہ سوارِ قلم سیوطی وقت شارحِ مسلم
شہنشاہِ خطابت سیدی و سندی استاذِ محترم شیخ الحدیث و
القرآن حضرت مولانا عبد القیوم حقانی صاحب دامت
برکاتہم العالیہ اور سیدی و سندی و مرشدی و مرشد المجاہدین
نمونہ اخلاق پیر طریقت رہبر شریعت شیخ القرآن و الحدیث
حضرت مولانا پیر حزب اللہ جان صاحب دامت فیوہم
کے، کہ انہوں نے بندہ کے سر پر دستِ شفقت رکھ کر حوصلہ
افزائی فرمائی۔ فجزاہم اللہ احسن الجزاء

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
1	تقریظ حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالقیوم حقانی صاحب دامت برکاتہم العالیہ	1
2	تقریظ حضرت پیر حزب اللہ جان صاحب دامت برکاتہم العالیہ	3
3	مقدمہ	5
4	سیدنا ابودجانہؓ	7
5	سیدنا براء بن مالکؓ	16
6	سیدنا سالم مولیٰ ابی حذیفہؓ	24
7	سیدنا عباد بن بشرؓ	32
8	سیدنا فیروز الدیلیؓ	40
9	سیدنا عبداللہ بن عتیکؓ	51
10	سیدنا زبیر بن العوامؓ	58
11	سیدنا ابوطحہؓ	68
12	امام عبداللہ بن مبارکؓ کے ایمان افروز اشعار	75
13	سیدنا عمرو بن جموحؓ	76
14	سیدنا انس النضرؓ	84
15	فدائی حملے کا ثبوت	90
16	ایک درد مندانہ دعوت بنام امت مسلمہ	94

تقریظ

شاہ سوارِ قلم سیوطی وقت شارحِ مسلم شہنشاہِ خطابت سیدی و سندی استاذِ محترم شیخ

الحریث والقرآن حضرت مولانا عبدالقیوم حقانی صاحبِ دامت برکاتہم العالیہ

الحمد للہ حضرت الجلالۃ والصلوۃ والسلام علی خاتم الرسالۃ

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سب نجومِ ہدایت ہیں، اور ان کا وجود رسول اللہ

ﷺ کے معجزات میں سے ایک معجزہ ہے، جن کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ نے دین اسلام کا

پیغام دنیا کے کونے کونے میں اپنی اصل حالت میں پہنچایا، انہیں برگزیدہ ہستیوں کے

ذریعے اللہ تعالیٰ نے سیرت طیبہ اور سنتِ نبوی ﷺ کی تعلیمات کو عام کیا اور قرآن

وحدیث کو امت تک پہنچایا، ان کو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم ﷺ کی صحبت کے لئے

چنا، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نزولِ قرآن اور اقوال و افعال نبی ﷺ کی گواہ اور شاہد ہیں۔

لہذا صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی پیروی کئے بغیر اطاعتِ رسول ﷺ کا تصور

محال ہے، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو دین اسلام کی تعلیمات دنیا میں عام کرنے اور

پھیلانے کی وجہ سے ہر قسم کی آزمائشوں اور ابتلاؤں کا سامنا کرنا پڑا، لیکن ان تمام

مشکلات اور مصائب کا مقابلہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے صبر اور استقلال کے ساتھ کیا اور

سب کچھ دین اسلام کی خاطر برداشت کیا، آج بھی دنیا میں ہر جگہ مسلمان کافروں کے

تحتہ مشق بنے ہوئے ہیں، اور امتِ مسلمہ علی صاحبہا الصلوۃ والتحیۃ کو طرح

طرح کی مشکلات اور ابتلاآت کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے، انہیں حالات میں صحابہ کرام کی

زندگی ہمارے لئے مشغلِ راہ ہے، صحابہ کرام کی سیرت کا مطالعہ کر کے اور ان کو اپنا راہنما

اور مقتداۃ جان کر محبت اور عقیدت سے ان کی پیروی کی جائے، کیونکہ ان کا ہر عمل اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کے نزدیک پسندیدہ ہے، صحابہ کرام کے تذکرے اور ان کی سیرت سے دل و دماغ معطر ہو جاتی ہیں، اور ایمان کی شمع روشن ہو جاتی ہے، ان کے نقش قدم پر چلنے سے دونوں جہاں کی کامیابی و کامرانی نصیب ہوتی ہے۔

زیر نظر کتاب ”دس عظیم صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور ان کے فدایانہ کارروائیاں“ عزیزم مولانا ندیم صاحب کی تازہ قلمی کاوش ہے، مولانا ندیم ایک جواں سال عالم دین ہیں اور جامعہ ابو ہریرہ کی متخصص ہیں، انہوں نے انتہائی عرق ریزی سے دس جانشانِ رسول ﷺ کا مختصر تعارف اور ان کی سیرت کا نقشہ پیش کیا ہے، بڑا عمدہ و حسین گلدستہ تیار کیا گیا ہے۔ مسلسل اسفار کی وجہ سے پوری کتاب تو نہ پڑھ سکا البتہ چیدہ چیدہ مطالعہ کیا، اللہ تعالیٰ موصوف کو جزائے خیر عطا فرمائے اور اس رسالہ کو نافع اور نجات دارین کا ذریعہ بنا کر ان کے لئے صدقہ جاریہ بنائے۔

(شیخ القرآن والحديث حضرت مولانا) عبد القیوم حقانی (صاحب)

صدر القاسم اکیڈمی جامعہ ابو ہریرہ

خالق آباد نوشہرہ

15 اگست 2019

تقریظ

نمونہ اسلاف، سراپا عجز و انکساری، مرشد المجاہدین، پیر طریقت، رہبر شریعت سیدی
و مرشدی شیخ القرآن و الحدیث حضرت مولانا پیر حزب اللہ جان صاحب نفعنا اللہ بفیوہم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لله رب الشہداء والمجاہدین، والصلاة والسلام علی قائد
الانصار والمجاہرین و علی آلہ و اصحابہ الذین بذلوا جہدہم لا غلاء الدین، و
من تبعہم الی یوم الدین۔

اما بعد: چنستان اسلام کی آبیاری جس سمندر کی پانی سے ہوئی ہے وہ ہے
قلوب شہداء اور مجاہدین کا جذبہ صادقہ، جو کبھی دفاعی اور کبھی اقدامی اور کبھی واہ و واہ فدائی
حملوں کی زکل میں رشک جن و انس اور ملک بنتا ہے، اسی جذبہ صادقہ کی وجہ سے الحمد للہ
خیر القرون سے لیکر ابھی تک اور قیام قیامت تک ان شاء اللہ اہل اسلام سرخرو اور
کامیاب ہونگے بشرطیکہ اسی جذبہ پر عمل پیرا ہونگے۔

مسلمانوں کی زوال کے اسباب میں سے اگر ایک طرف ترک امر بالمعروف و
نہی عن المنکر، توہین شعائر اللہ، ظلم، سود اور زنا کا عام ہونا ہے، تو دوسری طرف ترک جہاد
ہے۔ اِذَا تَرَكْتُمُ الْجِهَادَ فَسَلَّطَ اللَّهُ عَلَيْكُمُ الذِّلَّةَ۔ (الحديث)

خصوصاً فدائی جہادی حملہ مسلمانوں کے پاس ایک ایسا اختیار ہے جس کا توڑ کسی
بھی کافر کے پاس نہیں ہے۔

اسی جذبہ کو قلم و قرطاس کی زینت بنانے کے لئے اور عملی زندگی میں اپنانے



کے لئے محب، مخلص فاضل نو جوان صاحب قلم و دل حضرت مولانا ندیم صاحب دامت
برکاتہم العالیہ نے دس جانثار صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے فدا یانہ حملوں پر مشتمل قربانیاں
کتاب خدا کی شکل میں جمع کئے ہیں، اللہ تعالیٰ حضرت مفتی صاحب کی محنت کو قبول فرما کر
مزید خدمت کی تمام شعبوں میں سعادت نصیب فرمائے۔ آمین
(حضرت مولانا) بندہ فقیر حزب اللہ (جان صاحب امت برکاتہم)



بسم الله الرحمن الرحيم

مقدمہ

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على من قال: اللهم لا
عيش الا عيش الآخرة: فاغفر للانصار والمهاجرة، وعلى آله واصحابه و
زواجه وذرياته وخصوصاً على الذين قالوا: نحن الذين بايعوا محمداً: على
لجهاد ما بقينا ابدأ۔
اما بعد: شاعر کہتا ہے:

عن المرئى لاتسأل واسئل عن قرينه: فان القرين بالمقارن يقتدى۔
مطلب یہ ہے کہ کسی کے بارے میں یہ معلوم کرنا ہو کہ یہ شخص اچھا ہے یا بُرا؟
اخلاق و عادات اور کردار کے لحاظ سے کیسا ہے؟ تو اس شخص کے پیچھے لگنے کی ضرورت
نہیں ہے، بلکہ اُس شخص کے رفقاء، ہم مجلسوں اور دوستوں کو دیکھنا چاہیے، جس کردار،
اخلاق اور عادات والوں کے ساتھ اُٹھنا بیٹھنا ہوگا یہ شخص بھی اُسی کی طرح ہوگا، اور اگر
دوست اور ساتھی بُرا ہوگا تو یہ شخص بھی ایسا ہی ہوگا، الا ماشاء اللہ۔

یہ تو بطور مقدمہ تھا، میرا مقصد یہ ہے کہ جب یہ بات مسلم ہے کہ شخص کا اندازہ
اُس کے دوست اور ہم مجلس سے لگایا جاتا ہے، تو جس کا ہم مجلس اور دوست سرور کائنات
صلی اللہ علیہ وسلم ہو، اور جس کو وہ صحبت نصیب ہو جو تمام کائنات میں اللہ تعالیٰ کے سوا بے مثل ہو تو
اُن حضرات کا کیا کہنا! میرے مراد چمنستانِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پھول صحابہ کرام ہیں، تو
صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین تمام کے تمام عدول اور جنتی ہیں، اور بندہ اُن

حضرات کے بارے میں مختصر یہ کہہ سکتا ہے بعد الانبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام تمام کائنات میں تمام کمالات کو اپنے آپ میں سمیٹنے والے کا نام صحابی ہے، باقی صحابہ کرام کے مدح اور تعریف کرنے سے بندہ عاجز ہے، فقط۔

بندہ کا خود اپنا ذاتی مشاہدہ یہ ہے کہ صحابہ کرام کی سیرت طیبہ کو مطالعہ کرنے سے دل نرم ہو جاتا ہے اور آخرت یاد آتی ہے، اور ایمان میں ترقی اور قوت نصیب ہوتی ہے، دینی اور اسلامی غیرت عطا کیا جاتا ہے، اس لئے حق تو یہ ہے کہ صحابہ کرام کی محبت اور عشق میں اپنا سارا مال و جان، سیم و ذر، تن من کو لٹایا جائے، اور ساری زندگی اُن کے گیت گائے جائے، لیکن ہم کمزور اور ناتواں ہیں، اس لیے بندہ نے اللہ تعالیٰ کی توفیق سے عزم کیا کہ فی الحال دس (10) صحابہ کرام کی دین اسلام پر مجاہدانہ، فدا یانہ اور جانثارانہ کردار کو قلم بند کیا جائے اور عام فہم انداز میں اُمت کو پہنچایا جائے، شاید کہ امت مسلمہ کے مردہ غیرت کو زندگی بخش دے، وماذا لک علی اللہ بعزیز۔

بندہ نے اس کا نام ”دس عظیم صحابہ کرام اور اُن کے فدا یانہ کارروائیاں“ رکھا۔ اللہ تعالیٰ سے تکمیل اور پھر قبولیت اور اُمت کے لیے نافع بنانے کی دعا ہے۔

کتبہ: العبد الفقیر المذنب الذلیل ندیم غفر له الرحیم
یوم الاربعاء 9 شوال المکرم 1440ھ الموافق 12 جون 2019ء

سیدنا ابو دُجانہ رضی اللہ عنہ

سیدنا ابو دجانہ رضی اللہ عنہ

نام و نسب:

آپ کا اپنا نام سہماک ہے، اور والد کا نام خرشہ یا اوس بن خرشہ ہے، کنیت ابو دجانہ ہے، ہجرت سے قبل اسلام سے مشرف ہوئے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عجیب قسم کے لوگ تھے، ہماری طرح صرف زبان سے کلمہ نہیں پڑھتے تھے، بلکہ ایمان لاتے ہی اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کے لئے ہر قسم قربانی کے لئے فوراً تیار ہو جاتے تھے، یہی وجہ ہے کہ آپ کے بارے میں امام ابن الاثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

شَهِدَ بَذْرًا، وَأَحَدًا، وَجَمِيعَ الْمَشَاهِدِ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

کہ عزوہ بدر، اُحد اور تمام عزوات میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ شریک ہوئے۔

یوں تو سارے کے سارے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم دین پر کٹ مرنے کے لئے ہر وقت کوشاں رہتے تھے لیکن بعض کو اللہ تعالیٰ نے گویا اسی لئے پیدا کیا تھا تا کہ قیامت تک آنے والے مسلمانوں کو دین پر فدا ہونا سکھائیں۔

انہی شخصیات میں ایک عظیم مجاہد اور استشہاد یوں (فدائیوں) کا سردار سیدنا ابو دجانہ رضی اللہ عنہ ہے، آپ نے ایسی جرات اور بہادری کا مظاہرہ فرمایا ہے کہ قیامت تک جو مجاہد بھی دین کے لئے قربانی دے گا، آپ کی یاد ضرور تازہ ہوگی، آپ کی بہادری کو صاحب استیعاب انہی الفاظ میں بیان فرماتے ہیں:

كَانَ بُهْمَةً مِنَ الْبُهَمِ الْبَطَالِ-

یعنی ان کا شمار مشہور اور دلیر بھادروں میں تھا۔

اسی طرح ایک اور جگہ فرماتے ہیں:

لَهُ مَقَامَاتٌ مَحْمُودَةٌ فِي مَغَازِي رَسُولِ اللَّهِ ﷺ

غزوات نبوی ﷺ میں ان کو ممتاز درجہ حاصل تھا۔

لڑائی کے وقت سر پر سُرخ پٹی باندھتے تھے، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اس کو عصابت الموت یعنی موت کی پٹی کہتے تھے، شجاعت کا اندازہ اس سے کیجئے کہ غزوہ اُحد میں رسول اللہ ﷺ نے آپ سے کیا معاملہ فرمایا؟ آئیے حضرت زبیر بن العوم رضی اللہ عنہ سے سماعت کیجئے۔

حضرت زبیر بن العوم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کی اُحد کے دن رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"مَنْ يَأْخُذُ سَيْفِي هَذَا"

کہ میرا یہ تلوار کون لے گا؟

تو صحابہ کرام نے شور مچایا کہ میں، میں، اور میں نے بھی کہا کہ میں لوں گا، لیکن رسول اللہ ﷺ نے کسی کو بھی نہیں دیا، اسی طرح دوسری بار فرمایا اور صحابہ کرام نے بھی وہی معاملہ کیا لیکن رسول اللہ ﷺ نے کسی کو بھی نہیں دیا، پھر تیسری مرتبہ آپ ﷺ نے فرمایا:

"مَنْ يَأْخُذُ مِنِّي هَذَا السَّيْفِ بِحَقِّهِ"

مجھ سے یہ تلوار کون لے گا کہ اس کا حق ادا کرے؟

تو اس مرتبہ سیدنا ابودجانہ رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ میں اس کا حق ادا کروں گا، لیکن اس کا حق کیا ہے؟ تو رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا:

"أَنْ لَا تُقْتَلَ بِهِ مُسْلِمًا وَلَا تَفْرَ بِهِ عَنْ كَافِرٍ."

یعنی اس تلوار کا حق یہ ہے کہ اس پر مسلمان کو قتل نہ کرے اور کافر سے نہ بھاگے۔

اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں: "تُقَاتِلُ بِهِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ حَتَّى يَفْتَحَ اللَّهُ عَلَيْكَ أَوْ تُقْتَلَ"

کہ اس کا حق یہ ہے اس پر اللہ تعالیٰ کے راستے میں اس وقت تک جہاد کرے کہ یا تو فتح نصیب ہو یا شہادت کا جام نوش کرے۔

لہذا قائد المجاہدین ﷺ نے آپ کو تلوار عطا فرمائی، جس کی وجہ سے تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے توجہ کا مرکز آپ ہی ہو گئے، حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ خود فرماتے ہیں کہ میں خفہ ہو گیا کہ جب میں نے رسول اللہ ﷺ سے تلوار مانگا لیکن آپ ﷺ نے مجھے نہیں دیا حالانکہ میں آپ ﷺ کے پھوپھی صفیہ رضی اللہ عنہا کا بیٹا ہوں، اور میرا حسب بھی قریش میں اعلیٰ ہے۔

میں نے کہا کہ اللہ کی قسم میں ضرور اُن کا پیچھا کروں گا تا کہ دیکھ لوں کہ یہ اس تلوار پر کیا کرتے ہیں؟ لہذا میں آپ کے پیچھے نکل پڑا، جب آپ مشرکین کے لشکر کے طرف روانہ ہوئے تو سرخ پٹی کو نکال کر اپنے سر پر باندھا، جب انصار نے آپ کو دیکھا تو ایک



دوسرے کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا کہ ابو دجانہ رضی اللہ عنہ نے موت کی پٹی باندھی۔
پھر رسول اللہ ﷺ کا تلوار اپنے دائیں ہاتھ میں لیکر صرف قمیص میں ناز و تختہ
سے مشرکین کے صفوں میں جا گھسے، جب رسول اللہ ﷺ نے اُن کا ناز و تختہ دیکھا تو
آپ نے فرمایا:

"إِنَّهَا لَمَشْيَةٌ يُبْغِضُهَا اللَّهُ وَرَسُولُهُ إِلَّا فِي مِثْلِ هَذَا
الْمَوْطِنِ"

کہ یہ ایسا چال چلن ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول
ﷺ کو پسند نہیں ہے مگر صرف اسی موقع پر یعنی جنگ کی
حالت میں اللہ تعالیٰ کو ناز و تختہ بھی اچھا لگتا ہے۔

اور یہ اشعار پڑھتے تھے:

إِنِّي أَمْرٌ وَعَاهَدَنِي خَلِيلِي... إِذْ نَحْنُ بِالسَّفْحِ لَدَى النَّخِيلِ

میں وہی ہوں جس سے میرے اس دوست نے عہد لیا ہے: اس حال میں کہ ہم پہاڑ کے دامن میں نخلستان کے قریب تھے۔

أَنْ لَا أَقِيمَ الدَّهْرَ فِي الْكُبُولِ... أَضْرِبُ بِسَيْفِ اللَّهِ وَالرَّسُولِ

وہ عہد یہ ہے کہ کبھی پیچھے صف میں نہ کھڑا ہوں گا (بلکہ بہادر کے طرح صف اول میں کھڑا ہوں گا) اور اللہ اور اس کی
رسول کی تلوار سے خدا کی دشمنوں کو مارتا رہوں گا۔

پھر آگے بڑھے اور جو کافر بھی اُسے سامنے آتا تھا اس کے کھوپڑی مار کر اڑاتا

تھا یہاں تک کہ ایک مشرک اُن صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو چُن چُن کے شہید کرتا تھا جو کہ
زخمی پڑے تھے، اُس مشرک کو ابو دجانہ رضی اللہ عنہ نے دیکھا تو اُن کو قتل کرنے کے لئے آگے
بڑھے، تو میں نے اللہ تعالیٰ سے سوال کیا کہ ان دونوں کو آپس میں ملادے اور ان کافر کو

ابودجانہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر قتل کرے، تو ایسا ہی ہوا دونوں ایک دوسرے کے قریب ہوئے تو اس کافر نے ابودجانہ رضی اللہ عنہ پر تلوار سے ایسا زوردار وار کیا کہ ابودجانہ رضی اللہ عنہ نے اس کو ڈھال سے روکا تو ان کا ڈھال دو ٹکڑے ہو گیا، لیکن آپ بچ گئے، پھر آپ نے کافر کو ایسا زوردار وار سے مارا کہ کافر دو ٹکڑے ہو کر گرا اور جہنم رسید ہوا۔

پھر صفوں کو چیر کر رسول اللہ ﷺ کا دفاع شروع کیا میں نے دیکھا کہ کبھی آپ ﷺ کے دائیں طرف سے دفاع کر رہا تھا کبھی بائیں طرف، کبھی آگے اور کبھی پیچھے سے، حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے چہرہ سے رسول اللہ ﷺ کے چہرے انور کا دفاع کرتا تھا اور ابودجانہ رضی اللہ عنہ نے اپنے پشت سے رسول اللہ ﷺ کے پشت مبارک کو کفار کے وار سے حفاظت کرتے تھے اور وہ آپ ﷺ پر جھکے تھے اور اپنے پشت کو ڈھال بنا دیا تھا تا کہ رسول اللہ ﷺ کا پشت مبارک بچ جائے اور ابودجانہ رضی اللہ عنہ کا پشت لگے، جسکی وجہ سے آپ کی پشت تیروں سے بھر گیا لیکن پھر بھی دفاع کرتا رہا اس کو کہتے ہیں عشق حقیقی!

بہر حال پھر آگے بڑھ کر ایک شخص کو دور سے دیکھا کہ وہ مشرکین کو جنگ پر ابھار رہا ہے، اُس کی طرف گئے اور تلوار کو اس کے سر پر رکھ کر قتل کا ارادہ کیا لیکن پھر تلوار کو واپس کیا اور قتل نہ کیا، تو میں اُن کے قریب گیا اور اُن سے کہا کہ میں آپ کے ساری کارگردگی دیکھی سب ٹیک تھی لیکن یہ کیا ماجرہ تھا کہ آپ نے اس شخص کے قتل کرنے کا ارادہ کیا اور پھر اُس کو چھوڑا؟ تو آپ نے فرمایا:

"أَكْرَمْتُ سَيْفَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ

أَقْتُلْ بِهَا مَرْأَةً."

میں نے رسول اللہ ﷺ کے تلوار کا احترام کیا اس سے کہ میں اس پر عورت قتل کرو۔

شائد آپ نے دور سے اس عورت پر مرد کا شک کیا ہوں لیکن قریب سے پتہ چلا کہ وہ عورت ہے، ابوسفیان کئی عورتوں کو ساتھ لے گئے تھے جب ابتداء میں مشرکین کو شکست ہوئی اور بھاگ گئے تو یہ عورتیں ان کو بطور طعنہ کہتی تھیں:

نَحْنُ بَنَاتُ طَارِقٍ... نَمَشِي عَلَى النَّمَارِقِ
ہم آسمان کے تاروں کی بیٹیاں ہیں، ہم قالینوں پر چلنے والیاں ہیں۔

إِنْ تُقْبِلُوا نَعَانِقُ... وَنَبْسُطُ النَّمَارِقِ
اگر تم بڑھ کر لڑو گے تو ہم تم سے گلے ملیں گے، اور قالینیں بچھائیں گے۔

إِنْ تُدْبِرُوا نَقَارِقُ... فِدَاقَ غَيْرِ وَاقِقِ
اور اگر پیچھے قدم ہٹایا تو ہم تم سے روٹھ اور الگ ہو جائیں گے۔

حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ دیکھ کر میں سمجھ گیا کہ واقعی رسول اللہ ﷺ نے تلوار صحیح حقدار کو دیا تھا اور میں نے کہا کہ اللہ اور اس کے رسول خوب جانتے ہیں۔

یہ غزوہ احد میں قربانی تھی، جب جنگ ختم ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو اپنا تلوار دھونے کے لئے دیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھی تلوار دے دیا کہا کہ اس کو بھی دھو ڈالو اللہ کی قسم اس نے آج مجھ کو سچا ثابت کیا، تو حضور ﷺ نے فرمایا:

"لَئِنْ كُنْتُ صَدَقْتُ الْقِتَالَ، لَقَدْ صَدَقَهُ سَهْلُ بْنُ

حَنِيفٌ، وَأَبُو ذُجَّانَةَ"

کہ اگر آپ سچا ہو کر لڑے ہو تو سہل بن حنیف اور ابو ذُجَّانہ رضی اللہ عنہما بھی سچے ہو کر لڑے ہیں۔

اس کے بعد ساری عمر غزوات میں شریک ہوتا رہا، جب نبی کریم ﷺ دنیا سے تشریف لے گئے، تو آپ نے سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کیا، اور آپ کا سپاہی بنا، پھر جب سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جھوٹے نبی مسیلمہ کے خلاف جہاد کے لئے لشکر بھیجا، تو اس لشکرِ جرار میں ابو ذُجَّانہ رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے، دوسری طرف مسیلمہ کذاب کے ساتھ بھی چالیس ہزار با تجربہ جنگجو فوج موجود تھی، یہی وجہ ہے کہ ایک تاریخی جنگ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور مسیلمہ کے لشکر کے درمیان ہوئی ہے، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے انتہائی قربانیاں دی ہیں، ایسے فدا یا نہ کارروائیاں کی ہیں کہ رہتی دنیا تک اس کو یاد کیا جائے گا، انہی فدا یا نہ اسلام میں ایک فدا یا صحابی سیدنا ابو ذُجَّانہ رضی اللہ عنہ۔

جب مسیلمہ کذاب اور ان کے لشکر نے قلعہ میں پناہ لیا اور قلعہ کے دروازے بند کئے، اور اندر سے مجاہدین پر تیر برس لگے، تو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اندر جانے کی کوشش کی، لیکن دروازے بند تھے اور دیواریں انتہائی بلند تھیں جس کو پھلانگ کر نہیں جاسکتے تھے، تو سیدنا ابو ذُجَّانہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مجھے ڈھال پر بٹا کر نیزوں سے باندھ کر باغ (قلعہ) کے اندر پھینک دو، میں دروازہ کھول دوں گا یا شہید ہو جاؤں گا۔ چنانچہ مجاہدین نے اسی طرح کیا اور سیدنا ابو ذُجَّانہ رضی اللہ عنہ کو ڈھال میں بٹھا کر نیزوں سے باندھ کر قلعہ کے اندر پھینک دیا، جس کی وجہ سے آپ کا ایک پاؤں پنڈلی میں ٹوٹ

گئی، لیکن آپ اپنے ٹوٹے ہوئے پاؤں کے پروا کئے بغیر آگے بڑھ کر کھوپڑیاں اڑانا شروع کیا، لیکن چالیس ہزار کے اندر اپنے آپ کو پھینکنا اور پھر لڑائی کوئی آسان کام نہیں ہے، اس لیے آپ پر دشمن ٹوٹ پڑے اور ان سے لڑتے لڑتے بہت ساروں کو فی النار واسقر کر دیا اور خود بھی زخموں سے نڈھال ہو کر گر پڑے اور تاریخ شہادت پہن کر جنت الفردوس میں پہنچ گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون، اللہ تعالیٰ اس مردِ قلندر کی برکت سے ہمیں بھی دینی غیرت نصیب فرمائے۔ آمین۔

فائدہ: اس واقعہ سے فدائی (استشہادی) حملے کا ثبوت ملتا ہے، اگر چالیس ہزار کفار کے بیچ میں اپنے آپ کو ڈال دینا فدائی نہیں ہے تو پھر فدائی ہوتا کیا ہے؟ بہر حال یہ مستقل ایک باب ہے جس پر علماء امت نے مستقل رسالے اور کتابیں لکھے ہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ فدائی حملہ قرآن، حدیث، سیرت صحابہ، تاریخ اسلام، فقہ سب سے ثابت ہے۔ (تفصیل کے لئے دیکھئے (1) "اسلام اور شہادت" حملہ از مولانا ابوصالح، یرموک اکیڈمی لاہور۔ (2) کیا اسلام میں فدائی حملے جائز ہیں، از مفتی ابوالبشار چاٹگامی، (3) اور پشتو میں دیکھ سکتے ہیں "استشہاد کہ انتحار"؟!، از استاذ احمد ضیاء۔)

سیدنا براء

بن مالک رضی اللہ عنہ

سیدنا براء بن مالک رضی اللہ عنہ

نام و نسب:

براء نام ہے اور ماں کا نام سحاء تھا، حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے باپ شریک بھائی ہیں، بعض نے حقیقی بھائی قرار دیا ہے، جو صحیح نہیں ہے۔ بدر کے علاوہ تمام غزوات میں شرکت کی۔

جسم کے لحاظ سے انتہائی نحیف اور کمزور تھے، حسین بھی نہ تھے لوگ اس پر نگاہ جم کر اس کو نہ دیکھتے تھے، لیکن غیرت ایمانی سے لبریز تھے، اور انتہائی درجہ کے جری اور بہادر تھے، یہاں تک کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے آپ کے بارے میں عمال کو خط لکھا:

"أَلَا تَسْتَعْمِلُوا الْبُرَاءَ بْنَ مَالِكٍ عَلَى جَيْشٍ مِنْ جُيُوشِ الْمُسْلِمِينَ، فَإِنَّهُ مَهْلِكَةٌ مِنَ الْمَهَالِكِ يَقْدَمُ بِهِمْ"۔ (الاستيعاب فی معرفة الاصحاب)

کہ خبردار! براء رضی اللہ عنہ کو مسلمانوں کے لشکر پر امیر نہ بنانا، وہ آدمی نہیں بلا ہے، سامنے ہی جائیں گے۔

اسی طرح مستجاب الدعوات بھی تھے (یعنی آپ کا دُعا قبول ہوتی تھی) ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"رَبِّ أَشْعَثَ أَغْبَرَ لَا يُؤْبَهُ لَهُ لَوْ أَقْسَمَ عَلَى اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ لَا تُبْرَهُ، مِنْهُمْ الْبُرَاءُ بْنُ مَالِكٍ"۔

بہت سے پراگندہ بال والے، غبار آلود، جن کی لوگوں میں

کوئی وقعت نہیں ہوتی، جب اللہ تعالیٰ سے قسم کھا بیٹھتے ہیں
تو اللہ تعالیٰ اُن کی قسم کو پورا کر دیتا ہے، اور براء رضی اللہ عنہ بھی
انہی لوگوں میں ہیں۔

تستر (یعنی فارس) کے معرکہ میں (جس کا بیان عنقریب ہوگا) آپ مہمنہ کے
کمانڈر تھے، آپ نے تنہا 100 وہ آدمی قتل کئے جو آپ کے سامنے یکے بعد دیگرے
مقابلہ کرنے کے لئے سامنے آئے، اور جو شرکت میں یعنی عام جنگ میں مار دیئے ان کا
حد و شمار نہیں۔

بہر حال یہ غیرتِ ایمانی کا مجسمہ بھی جنگِ یمامہ کے مجاہدین میں شریک تھے
، سارے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عجیب عجیب قربانیاں دی ہیں لیکن حضرت براء رضی اللہ عنہ
کے قربانیوں کو دیکھ کر شائد زمین و آسمان بھی حیران ہو گئے کہ اے پروردگار یہ کیسا عشق
اور کیسا جنون ہے؟

جب مسلمان کذاب اور ان کے لشکر سے مقابلہ ہوا، تو ایک موقع پر حضرت خالد
بن ولید رضی اللہ عنہ نے آپ کی طرف دیکھا اور فرمایا کہ اے انصار کے نوجوان اُن (انصار)
کو مخاطب ہو جاؤ، تو آپ گھوڑے پر سوار ہوئے اور حمد و ثناء کے بعد مسلمانوں سے کہا
: ”مدینہ والو! آج مدینہ کا خیال دل سے نکال دو، آج بس خدا اور اس کے بعد جنت کا
خیال رکھنا چاہئے۔ اس تقریر سے تمام لشکر میں جوش کی ایک لہر پیدا ہو گئی، اور لوگ
گھوڑوں پر چڑھ چڑھ کر ان کے ساتھ ہو گئے۔

اسی دوران حضرت براء رضی اللہ عنہ کا مقابلہ ایک سردار سے ہو گیا، وہ بڑے ذلیل

ڈول کا آدمی تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اس کافر کے پاؤں پر تلوار ماری، وارا گر چہ خالی گیا تھا، لیکن وہ ڈمگا کر چت گرا، تو آپ رضی اللہ عنہ نے اپنی تلوار میان میں رکھی، اور لپک کر اس کافر کی تلوار چھین لی، اور ایسا صاف ہاتھ مارا کہ وہ دو ٹکڑے ہو گیا۔

اس کے بعد برق و باد کی طرح مرتدین پر ٹوٹ پڑے اور ان کو دھکیل کر قلعہ کے اندر جانے پر مجبور کیا، مسلمانہ اور ان کا لشکر ”حقیقۃ الموت“ (موت کا باغیچہ) نام قلعہ میں اپنے آپ کو بند کیا، اور اندر سے تیر برساتے تھے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اندر نہیں جاسکتے تھے، کیونکہ دروازے بند تھے اور دیواریں انتہائی بلند تھیں، جس کو پھلانگ کر نہیں جاسکتے تھے، اس لیے ایک فدائی حملہ کی ضرورت تھی، جس کو سیدنا براء رضی اللہ عنہ نے پورا فرمایا۔ حضرت براء رضی اللہ عنہ نے مجاہدین سے فرمایا کہ مجھے ڈھال میں بٹا کر نیزوں کے ذریعے اٹھا کر قلعہ کے اندر دروازہ کے قریب پھینک دو، تو میں دروازہ کھول دوں گا یا جامِ شہادت نوش کروں گا۔

چنانچہ وہ تو ویسے بھی جسم کے لحاظ کمزور اور چھوٹا سا تھے، لہذا آپ کو مجاہدین نے ڈھال میں بٹا کر نیزوں کی مدد سے قلعہ کے اندر دروازہ کے قریب ہزاروں کفار کے بھیج میں پھینک دیا۔ وہاں پہنچ کر آپ نے ایک فیصلہ کن جنگ کیا کفار سے لڑتے بھی تھے اور دروازہ کھول کی غرض سے دروازے کو قریب ہونے کی کوشش بھی کرتے تھے، لڑتے لڑتے دس کافروں کو قتل کر کے جہنم رسید کیا، اور قلعہ کا دروازہ بھی کھول دیا۔ جس کی برکت سے مجاہدین اندر داخل ہوئے اور کفار کو ایک عظیم شکست سے دو چار کیا، ورتقریباً ستائیس ہزار کفار کو جہنم واصل کیا۔

اور خود براء رضی اللہ عنہ شہید تو نہیں ہوئے، لیکن اس جانبازی سے آپ کے جسم چھلنی ہو گیا تھا اسی (80) سے زائد تیر اور نیزے کے زخم لگے تھے۔

سواری پر خیمہ میں لائے گئے، ایک مہینہ تک علاج ہوتا رہا، اس کے بعد شفاء پائی۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ علالت کے پورے زمانہ تک ان کے بیمار پرسی کے لئے ان کے ہمراہ رہے۔

نوٹ: بز دلوں اور خیلہ بازوں کے لئے خوب مقامِ عبرت ہے۔ کہ جب موت کا وقت نہیں آ گیا ہو تو ہزاروں تلواروں اور نیزوں کے بھیج سے بھی آدمی زندہ نکل سکتا ہے۔ اور یہ بھی پتہ چلا کہ یہ ضروری نہیں ہے کہ جہاد میں جو شخص بھی جائے گا ضرور شہید ہوگا۔ نہیں، نہیں!! موت کا وقت مقرر ہے۔ جہاد کے لئے جائے یا نہ جائے، لیکن موت کا پیالہ ضرور پیئیں گے۔ ہاں وہ کتنا خوشحالت آدمی ہوگا، کہ اس کے آخری سانس اللہ کے راستے میں اپنے رب کے عشق و محبت میں، کفار کے خلاف جہاد کرنے کی وجہ سے شہید ہو کر نکلے۔!!۔ اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ بندہ گنہگار کو بھی حقیقی اور مبرور و مقبول شہادت سے سرفراز فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

بہر حال ایک اور معرکہ تُشُر کے نام سے ہوئی جو کہ خوزستان کے علاقہ میں تھا جو کہ عراق میں ہے، اس میں بھی آپ رضی اللہ عنہ نے انتہائی جانبازی دکھائی۔ شہر کے ایک قلعہ پر حملہ کرنا تھا، لیکن کفار نے قلعہ کے دروازے بند کئے تھے۔ اور دیواریں بلند تھیں، اور کفار نے انگاروں کی طرح پتی ہوئی کانٹے دار زنجیریں دیوار پر ڈالتے تھے۔ جب کوئی مجاہد دیوار کے قریب پہنچتا تو اس زنجیر کے ذریعے اوپر اٹھا لیتے تھے، جس کی وجہ

سے یا تو وہ شہید ہو جاتے تھے، یا شہادت کے قریب ہو کر اس کے بیچ میں گر جاتے، اور کفار اُن کو شہید کرتے تھے۔

حضرت براء بن مالک رضی اللہ عنہ کا بھائی حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ دیوار پر چڑھنے کے لیے پہنچے، تو قلعہ والوں نے اُن کو بھی زنجیر سے اٹھایا، اوپر کھینچ رہے تھے کہ حضرت براء بن مالک رضی اللہ عنہ کی نظر پڑھ گئی، فوراً دیوار کے پاس آئے، اور زنجیر کو اس زور سے جھٹکا دیا کہ اوپر سے رسی ٹوٹ گئی، اور نیچے گرے۔ زنجیر پکڑنے سے حضرت براء رضی اللہ عنہ کے ہاتھ کا تمام گوشت نیچ گیا تھا، اور صاف ہڈیاں نکل آئی تھیں۔

ہنوز یہ معرکہ جاری تھا اور قلعہ فتح نہ ہوا تھا، کہ ایک دن حضرت انس رضی اللہ عنہ ان کے پاس آئے۔ وہ اشعارِ ترنم کے ساتھ پڑھنے میں مصروف تھے۔ تو حضرت انس رضی اللہ عنہ نے آپ سے فرمایا کہ خدا نے آپ کو اس سے اچھی چیز عطا فرمائی ہے، (قرآن) اس کو لحن سے پڑھئے۔ تو آپ نے فرمایا:

"أَتَخَافُ عَلَيَّ أَنْ أَمُوتَ عَلَى فِرَاشِي وَقَدْ تَفَرَّدْتُ

بِقَتْلِ مِائَةِ سَوَى مَنْ شَارَكْتُ فِي قَتْلِهِ، إِنِّي لَأَرْجُو أَنْ

لَا يَفْعَلَ اللَّهُ ذَلِكَ بِي."

شائد آپ کو یہ خوف ہے کہ کہیں بستر پر میرا دم نہ نکل جائے

، حالانکہ میں نے تہا سو (100) کفار قتل کئے ہیں، یہ ان

کے علاوہ جو میں نے شرکت میں مارے ہیں۔ میں اللہ

تعالیٰ سے اُمید رکھتا ہوں کہ میرے ساتھ وہ ایسا معاملہ نہیں

کرے گا (یعنی میں شہادت کا جام نوش کروں گا، نہ کہ بستر

پر مروں گا)۔

پھر جب قلعہ فتح نہیں ہو رہا تھا، تو لوگ آپ کے پاس آئے، اور کہا کہ قلعہ فتح نہیں ہو رہا، اور آپ کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا کہ اگر آپ اللہ تعالیٰ سے قسم کھا بیٹھتے ہیں، تو اللہ تعالیٰ آپ کی قسم کو پورا کر دیتا ہے۔ تو حضرت براء بن مالک رضی اللہ عنہ نے ہاتھ اٹھا کر فرمایا:

"أُقْسِمُ عَلَيْكَ يَا رَبِّ لِمَا مَنَحْتَنَا أَكْتَفَاهُمْ، وَأَلْ حَقَّتْنِي
بَنِيكَ۔"

کہ اے میرے رب میں تجھ کو قسم دیتا ہوں کہ مسلمانوں کو فتح دے، اور مجھ کو تیرے نبی ﷺ کی زیارت اور دیدار سے مشرف فرما۔ (یعنی مجھ کو شہید فرما)۔

اس کے بعد اپنے ساتھ مجاہدین لے کر حملہ کیا۔ زرارہ کا مرزبان کہ سلطنت فارس کا چیدہ امراء میں تھا، مقابلہ پر اتر آیا۔ آپ نے ان کو قتل کیا، اور ان کے سامان پر قبضہ کر لیا۔ اور نہایت جوش سے مارتے دھاڑتے پھاٹک تک پہنچے۔ عین پھاٹک پر ہرمزان کا سامنا ہوا، دونوں میں پُر زور مقابلہ ہوا، اور ہرمزان نے حضرت براء بن مالک رضی اللہ عنہ کو شہید کیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

آپ کی دعا قبول ہوئی، مسلمانوں کو فتح نصیب ہوئی، اور خود بھی شہید ہو کر رسول اللہ ﷺ کے دیدار سے مشرف ہوئے۔

اللہ تعالیٰ آپ کے چہرہ مبارکہ کو جنت میں تروتارہ فرما کر، آپ کے آنکھوں کو
نبی مختار ﷺ کے زیارت سے ٹھنڈی فرمائے۔ اور ہمیں بھی اور امت مسلمہ کو بھی آپ کی
برکت سے جذبہ جہاد اور شوق شہادت سے سرفراز فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

تمام عالم اسلام کو جو تڑپائے
میں ساز دل میں وہ نغمہ تلاش کرتا ہوں
تمام عالم اسلام جس میں شامل ہو
میں ایسی جنگ کا نقشہ تلاش کرتا ہوں
کہاں ہے مفتی دین متین و شرع مبین
جہاد شوق کا فتویٰ تلاش کرتا ہوں



سیدنا سالم مولیٰ ابی حذیفہ رضی اللہ عنہما

سیدنا سالم مولیٰ ابی حذیفہ رضی اللہ عنہما

نام و نسب:

آپ کا نام سالم اور ابو عبد اللہ کنیت ہے۔ والد کا نام بعض عبید بن ربیعہ اور بعض معقل لکھتے ہیں۔ یہ ایرانی الاصل ہے۔ اصطرخان کا آبائی مسکن تھا۔ حضرت ثبیتہ (حضرت ابو حذیفہ کے بیوی) کی غلامی میں مدینہ پہنچے، انہوں نے آزاد کر دیا۔ تو حضرت ابو حذیفہ رضی اللہ عنہ نے اپنے بیوی حضرت ثبیتہ رضی اللہ عنہما سے فرمایا کہ آپ نے سالم کو آزاد کیا، لیکن یہ تو چھوٹا بچا ہے اپنے فائدہ، نقصان کو نہیں جانتا، اس لئے میں بھی ان کے ساتھ ایک احسان کرتا ہوں۔ چنانچہ آپ نے سالم کو ہاتھ سے پکڑ کر حرم لے آیا، اور اعلان کیا کہ آج کے بعد سالم میرا بیٹا (مُتَنَبِّی) ہوگا۔ اُس وقت سے لوگ سالم کو سالم بن ابی حذیفہ رضی اللہ عنہما سے پکارتے تھے۔ چنانچہ اسی وجہ سے کہ حضرت ثبیتہ رضی اللہ عنہما انصاری تھی اور حضرت ابو حذیفہ رضی اللہ عنہ مہاجر تھے، سالم رضی اللہ عنہ میں دونوں نسبتیں جمع ہوئی، آپ انصاری بھی ہے اور مہاجر بھی۔

حضرت ابو حذیفہ رضی اللہ عنہ بھی ان کو لڑکے کی طرح سمجھتے تھے، اور جب بڑے ہوئے تو اپنی بھتیجی فاطمہ بنت ولید سے ان کا نکاح بھی کیا۔ لیکن جب قرآن پاک میں یہ آیت نازل ہوئی "ادعوہم لابائہم" یعنی لوگوں کو آپ اپنے نسبی آباء کے انتساب سے پکارا کرو، تو سالم رضی اللہ عنہ ابن کے بجائے مولیٰ ابی حذیفہ کے لقب سے مشہور ہوئے۔ حضرت سالم رضی اللہ عنہ جو ان ہوئے اور قرآن نے خود ساختہ ابوت اور بنوت کے تعلق کو کالعدم کر دیا تھا۔ تو حضرت ابو حذیفہ رضی اللہ عنہ کو ان کا زنان خانہ میں آنا

جانا نوگوار گزرنے لگا، چنانچہ اُن کی بیوی سہلہ بنت سہیل رضی اللہ عنہا نے بارگاہِ نبوت میں حاضر ہو کر عرض کی ”سالم کو ہم اپنا لڑکا سمجھتے تھے، اور وہ ہمیشہ ہمارے گھر میں آتا جاتا تھا، اب حضرت ابو حذیفہ رضی اللہ عنہ کو ناگوار گذرتا ہے، تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”کہ اس کو دودھ پلا دو تو تمہارا محرم ہو جائے گا، غرض اس طرح حضرت سالم رضی اللہ عنہ حضرت ابو حذیفہ رضی اللہ عنہ کے رضاعی فرزند بھی ہو گئے، (یہ آپ کی خصوصیت تھی کہ جوانی کی حالت میں رضاعت ثابت ہوئی، ورنہ جوانی میں رضاعت ثابت نہیں ہوتی)۔

اسلام لانے کے بعد حضرت ابو حذیفہ رضی اللہ عنہ تو حبشہ کو ہجرت کر گئے، اور آپ مکہ مکرمہ ہی میں رہے، آپ ﷺ پر وحی نازل ہوتا تھا، اور آپ اس کو حفظ کرتے تھے، کچھ وقت گزرنے کے بعد آپ ایک عظیم اور خوش الحان قاری قرآن بنے۔ اتنے بڑے قاری ہو گئے کہ آپ کے بارے میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"خُذُوا الْقُرْآنَ مِنْ أَرْبَعَةٍ: مِنْ أَبِي بِنِ كَعْبٍ، وَمَعَاذِ بْنِ جَبَلٍ، وَسَالِمِ مَوْلَى أَبِي حَذِيفَةَ، وَابْنِ مَسْعُودٍ."

قرآن چار آدمیوں سے حاصل کرو، یعنی ابی ابن کعب، معاذ بن جبل، عبد اللہ بن مسعود، اور سالم مولیٰ ابی حذیفہ رضی اللہ عنہم سے۔

ایسے خوش الحان تھے کہ جب تلاوت کرتے تھے، تو لوگوں پر ایک کیفیت طاری ہو جاتی تھی۔ ایک مرتبہ ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو رسول اللہ ﷺ کے پاس آنے میں دیر ہو گئی، تو آپ نے دیر ہونے کی وجہ پوچھی، تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے

فرمایا کہ ایک قاری تلاوت کر رہا تھا، اس کے سننے میں دیر ہو گئی، اور خوش الحانی کی اس قدر تعریف کی کہ آپ ﷺ خود چادر سنبھالے ہوئے باہر تشریف لے آئے، دیکھا تو سالم مولیٰ ابی حذیفہ رضی اللہ عنہ ہے۔ تو آپ نے خوش ہو کر فرمایا:

"أَلْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي جَعَلَ فِي أُمَّتِي مِثْلَكَ"

اُس اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ جس نے تمہارے جیسے شخص کو میری امت میں بنایا۔

اسی وجہ سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ کا بہت احترام کرتے تھے۔ جب ہجرت ہوئی تو آپ ہی مسجد قباء میں امامت کرتے تھے، اور ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما جیسے جلیل القدر صحابہ بھی آپ کی اقتداء میں نماز پڑھتے تھے۔

عمر فاروق رضی اللہ عنہ اُن کی بے حد تعریف کرتے تھے۔ یہاں تک کہ جب آخری حالات میں انہوں نے منصب خلافت کے متعلق وصیت فرمائی، تو فرمایا:

"لَوْ أَذَرَ كُنِّي أَحَدَ رَجُلَيْنِ ثُمَّ جَعَلْتُ إِلَيْهِ الْأَمْرَ لَوَثِقْتُ بِهِ: سَالِمٌ مَوْلَى أَبِي حَذِيفَةَ وَأَبُو عُبَيْدَةَ بْنِ الْجَرَّاحِ"

کہ اگر سالم مولیٰ ابی حذیفہ اور ابو عبیدہ بن الجراح میں سے کوئی ہوتے تو میں اُن کو خلیفہ بناتا۔ (یعنی میں اس مسئلہ کو مجلس شوریٰ میں پیش ہونے نہ دیتا)

کتنا عظیم مقام ہے آپ کا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دل میں!!
بہر حال ایک طرف ایک عظیم قاری قرآن تو دوسری طرف ایک عظیم مجاہد!!

اصحاب سیر آپ کے بارے میں لکھتے ہیں:

"شَهِدَ الْمَشَاهِدَ كُلَّهَا"

کہ سارے غزوات میں شریک رہے۔

غزوہ بدر میں سالم رضی اللہ عنہ نے ابو حذیفہ رضی اللہ عنہ سے کہا، کہ وہ دیکھو آپ کا باپ عتبہ بن ربیعہ مشرکین کے آگے صفوں میں ہے، اسلام اور مسلمانوں کو ختم کرنے کے درپے ہے۔ تو حضرت ابو حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا، کہ ہاں میں نے دیکھا، اور اللہ کے دو دشمن میرے چچا اور میرے بھائی اُن کو گیرے ہوئے تھے۔ اگر رسول اللہ ﷺ مجھے اجازت عنایت فرمائے تو میں یکے بعد دیگرے سب سے مقابلہ کروں گا، یا تو ان سب کو قتل کروں گا، یا خود شہادت کا جام نوش کر کے اپنے رب کے ہاں جاؤں گا۔

جب بدر کا معرکہ ختم ہوا، تو تو حضرت سالم رضی اللہ عنہ اور ابو حذیفہ رضی اللہ عنہ کفار کے مقتولین کو دیکھنے کے لئے آئے۔ تو دیکھا کہ حضرت ابو حذیفہ رضی اللہ عنہ کے باپ، چچا اور بھائی (جو کہ کفار تھے) مرے پڑے تھے۔ تو حضرت ابو حذیفہ رضی اللہ عنہ جو کہ اپنے نبی ﷺ کے محبت سے سرشار تھے، فرمایا:

"الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَقَرَّ عَيْنَ نَبِيِّهِ بِمَقْتُلِهِمْ جَمِيعًا"

حمد اُس ذات کے لئے ہے کہ اُس نے ان تمام کے قتل پر

اپنے نبی ﷺ کے آنکھوں کو ٹھنڈہ کیا۔

سبحان اللہ!! کیا عشق ہے! کہ ایک طرف اپنے باپ، بھائی اور چچا مردے

پڑے ہوئے ہیں، اگرچہ کفار تھے، لیکن طبعی محبت تو ہوتی ہے، لیکن اسلام اُن حضرات

کے دلوں میں اتنا راسخ ہو چکا تھا، کہ اپنے باپ، بھائی اور چچا کے قتل پر صرف اس لئے خوش ہے کہ کہ پیارے نبی ﷺ اُس پر خوش تھے، اللہ اکبر!!

بہر حال انتہائی بہادر، نڈر اور جڑت مند شخصیت تھے، آئندہ سطور سے آپ کو خود اندازہ ہو جائے گا۔ آپ ﷺ کے وصال کے بعد جب سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے خلافت میں جھوٹے نبی مسلمانہ اور اُن کے حامیوں کے ساتھ جو تاریخی جہاد ہوئی ہے، اُس میں آپ رضی اللہ عنہ بھی شریک تھے۔ اُس میں انتہائی جوان مردی اور بہادری کا مظاہرہ فرمایا ہے، آئیے دیکھتے ہیں:

جنگِ یمامہ میں جب مسلمان اور کفار کے درمیان جنگ شروع ہوئی تو مسلمانہ کے حامیوں نے زوردار حملہ کیا، جس سے مسلمان ادھر ادھر ہو گئے، تو خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے دوبار لشکر جمع کیا اور انصار کا جھنڈا ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کو اور مہاجرین کا جھنڈا (پہلے زید بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا وہ شہید ہوئے تو) سالم رضی اللہ عنہ کو دیا۔ کسی نے حضرت سالم رضی اللہ عنہ سے نکتہ چینی کر کے کہا کہ ہم کو تمہاری طرف سے دشمن آنے کا اندیشہ ہے، کہی دشمن آپ کی جانب سے ہم پر حملہ آور نہ ہو، تو اس مردِ قلندر، قاریِ قرآن نے جواب میں فرمایا:

"بَشِّرْ حَامِلَ الْقُرْآنِ أَنَا إِنِ اتَّيْتُكُمْ مِنْ قِبَلِي"

اگر میری طرف سے آپ پر کفار حملہ آور ہوئے، تو پھر میں

بہت بُرا حاملِ قرآن ہوں گا۔

پھر لوگوں سے مخاطب ہوئے، اور فرمایا:

"مَا هَكَذَا كُنَّا نَفْعَلُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ"

کہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تو ہمارا یہ حال نہ تھا (یعنی ہم میدان کو نہیں چھوڑتے تھے)۔

یہ کہہ کر نہایت جوش کے ساتھ حملہ آور ہوئے، اور درحقیقت انہوں نے اپنے آپ کو بہترین حامل قرآن ثابت کیا۔ پھر اپنے لئے ایک گڑھا کھود کر اس میں کھڑے ہو گئے، تاکہ علم (جھنڈا) آپ کے ہاتھوں سے نہ گرے، حتیٰ کہ کفار نے آپ کے داہنا ہاتھ کاٹ دیا، تو جھنڈا بائیں ہاتھ میں لے لیا، وہ بھی شہید ہوا تو دونوں بازوؤں نے حلقہ میں لے کر جھنڈا توحید کو سینہ سے چمٹا دیا، اور زبان پر یہ فقرہ جاری تھا:

"وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ"

کہ محمد ﷺ صرف ایک رسول ہے۔

"وَكَانَ مِنْ نَبِيِّ قَاتِلٍ مَعَهُ رِبِّيُونَ كَثِيرٌ"

اور کتنے انبیاء علیہ السلام ایسے ہیں جن کے ساتھ ملکر بہت سے

اللہ والوں نے (کفار کے خلاف) جہاد کیا۔

زخموں سے چور ہو کر گرے تو پوچھا، تو جنگ کا کیا ہوا؟ تو خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مسلمانوں کو فتح ہوئی، پھر پوچھا کہ ابو حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کیا کیا؟ تو خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ وہ تو جوان مردی کے ساتھ شہید ہوئے، تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کہ مجھ کو آن کے جسد مبارک کے قریب کرو، تو خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ وہ آپ

کے قدموں کے قریب ہیں، تو قاری قرآن سیدنا سالم رضی اللہ عنہ نے آنکھیں بند کر کے فرمایا:
"مَعَاهُنَا يَا أَبَا حَذِيفَةَ، وَمَعَاهُنَا كَإِنْ شَاءَ اللَّهُ"۔

کہ دنیا میں بھی اکٹھے ہو کر زندگی بسر کر کے شہید ہوئے، اور
آخرت میں بھی اکٹھے ہو کر جنت میں داخل ہو گئے، ان
شاء اللہ۔

یہ کہہ کر ایک عظیم صحابی رسول، عظیم قاری قرآن، اور ایک عظیم مجاہد شہید ہو کر
جنت الفردوس الاعلیٰ میں پہنچ کر اللہ تعالیٰ کے دیدار سے مشرف ہوئے۔ انا للہ وانا الیہ
راجعون۔

لیکن افسوس صد افسوس!! کہ ایسے برگزیدہ ہستیوں کو بھی شیعہ لعنتیوں نے نہیں
بخشا، باقر مجلسی شیعہ عالم جلاء العیون صفحہ 147 میں کہتے ہیں: کہ جہنم میں ایک صندوق
ہے جس میں بارہ آدمی بند ہیں۔ چھ پچھلی امتوں کے اور چھ اس امت کے
۔۔۔۔۔ اس امت کے چھ آدمی یہ ہیں:

دجال، ابو بکر رضی اللہ عنہ، عمر رضی اللہ عنہ، ابو عبیدہ ابن الجراح رضی اللہ عنہ، سالم مولیٰ ابی حذیفہ رضی اللہ عنہ، سعید
بن العاص رضی اللہ عنہ، استغفر اللہ!! جو دین پر مر مٹ گئے ان کا اتنا مذاق؟!
نوٹ: اہل علم حضرات، قراء حضرات اور دیندار طبقہ کے لئے مقام عبرت ہے!! کہ
آج کل جہاد کا جذبہ اور شوق شہادت کتنا ہے!!

سیدنا عباد

بن بشر رضی اللہ عنہ

سیدنا عبّاد بن بشر رضی اللہ عنہ

م و نسب:

عبّاد نام ہے اور ابو بشر اور ابو رفیع کنیت ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے مدینہ منورہ میں مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو تعلیم قرآن کے لئے بھیجا تھا جو کہ ایک خوش الحان قاری قرآن تھے۔ آپ بھی ایک مرتبہ مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کی مجلس قرآن میں حاضر ہوئے، جب تلاوت سنی، تو فوراً دل میں جگہ بنا دی اور اُسی وجہ سے حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔ قرآن کی محبت دل میں اتر گئی، پیارا اور محبت سے قرآن کی تلاوت فرماتے تھے، تہجد میں بھی شوق و محبت سے تلاوت فرماتے تھے، اتنا تلاوت کرتے تھے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے درمیان "صَدِيقُ الْقُرْآن" یعنی قرآن کا دوست اور "امام" کے لقب سے مشہور ہوئے۔

ایک رات حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے مکان میں نبی کریم ﷺ تہجد پڑھنے کے لئے اُٹھے، تو تلاوت کی آواز سنی، تو آپ ﷺ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: کہ کیا یہ آواز عباد بن بشر کی نہیں ہے؟ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: کہ ہے، تو آپ ﷺ نے اُن کے لئے دُعا کی:

"اللَّهُمَّ اغْفِرْ لَهُ"

یا اللہ عباد کی مغفرت فرما۔

اور ایک روایت میں یہ الفاظ آئے ہیں:

"اللَّهُمَّ اَرْحَمْ عَبْدًا"

یا اللہ عباد پر رحم فرما۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا آپ کی مدح میں فرماتی ہیں:

"ثَلَاثَةٌ مِنَ الْأَنْصَارِ لَمْ يَكُنْ أَحَدٌ يَعْتَدُ عَلَيْهِمْ فَضْلًا
كُلُّهُمْ مِنْ بَنِي عَبْدِ الْأَشْهَلِ: سَعْدُ بْنُ مُعَاذٍ وَعَبَادُ بْنُ
بِشْرِ وَأَسِيدُ بْنُ خُضَيْرٍ"

انصار میں تین شخص سب سے بہتر ہے، اور سب بنو
عبد الاشہل قوم سے ہیں، سعد بن معاذ، عباد بن بشر، اسید

بن خضیر رضوان اللہ علیہم اجمعین۔

قرآن پاک سے محبت کا آپ درجہ ذیل واقعہ سے اندازہ کر سکتے ہیں۔

نبی کریم ﷺ غزوہ ذات الرقاع سے واپس تشریف لا رہے تھے، شب کو

ایک جگہ قیام فرمایا، ارشاد فرمایا کہ آج شب کو حفاظت اور چوکیداری کون کرے گا؟ تو

حضرت عباد بن بشر انصاری اور حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ ہم دونوں کریں

گے۔ حضور ﷺ نے ایک پہاڑی جہاں سے دشمن کے آنے کا راستہ ہو سکتا تھا بتادی، کہ اس

پر دونوں قیام کرو۔ دونوں وہاں تشریف لے گئے۔ وہاں جا کر حضرت عباد بن بشر

انصاری رضی اللہ عنہ نے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ رات کو دو حصوں پر منقسم کر کے

ایک حصہ میں آپ سو رہے، میں جاگتا رہوں۔ دوسرے حصہ میں آپ جاگیں میں سوتا

رہوں۔ کہ دونوں تمام رات جاگنے میں یہ بھی احتمال ہے، کہ کسی وقت نیند کا غلبہ

ہو جائے اور دونوں کی آنکھ لگ جائے۔ اگر کوئی خطرہ جاگنے والے کو محسوس ہو، تو اپنے

ساتھی کو جگالے۔ رات پہلا حصہ حضرت عباد بن بشر انصاری رضی اللہ عنہ کے جاگنے کا قرار پایا، اور حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سو گئے۔ حضرت عباد بن بشر انصاری رضی اللہ عنہ نے نماز کی نیت باندھ لی۔ تو کفار میں ایک ایسا شخص آیا کہ مسلمانوں نے اُن کی بیوی کو کنیز بنا کر اپنے ساتھ لے آئے تھے، اور اس کافر نے غصہ میں آکر لات و عزلیٰ پر قسم کھایا تھا کہ میں جب تک میں نے مسلمانوں میں سے ایک شخص کو قتل نہ کروں گا، واپس نہیں لوٹوں گا۔ جب اُس کافر نے دور سے ایک کھڑے ہوئے شخص کو دیکھا، تو تیر کمان سے مارا، اور سیدھا آپ رضی اللہ عنہ کے جسم مبارک میں گھسا، جب کوئی حرکت نہ ہوئی تو دوسرا اور پھر تیسرا تیر مارا، اور ہر تیر اُن کے بدن میں گھستارہا، اور یہ ہاتھ سے اُس کو بدن سے نکال کر پھینکتے رہے، اس کے بعد اطمینان سے رکوع کیا، سجدہ کیا، نماز پوری کر کے اپنے ساتھی کو جگایا۔ کافر نے تو ایک کی جگہ دو کو دیکھا تو بھاگ گیا، کہ نہ معلوم کتنے ہوں گے؟ مگر جب ساتھی نے اُٹھ کر دیکھا تو حضرت عباد بن بشر انصاری رضی اللہ عنہ کے بدن سے تین جگہ سے خون ہی خون بہہ رہا تھا۔ تو فرمایا کہ سبحان اللہ! تم نے شروع ہی میں مجھے کیوں نہ جگا لیا۔ تو حضرت عباد بن بشر انصاری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے نماز میں سورہ کہف شروع کر رکھی تھی، میرے دل نے نہ چاہا کہ اس کو ختم کرنے سے پہلے رکوع کرو، اب بھی مجھے یہ اندیشہ ہوا کہ ایسا نہ ہو کہ میں بار بار تیر لگنے سے مرجاؤں اور حضور ﷺ نے جو حفاظت کی خدمت سپرد رکھی تھی، وہ فوت ہو جائے، خدا کی قسم اگر مجھے یہ اندیشہ نہ ہوتا تو میں مرجاتا مگر سورت کہف کو درمیان میں نہیں چھوڑتا۔ اللہ اکبر! کیا محبت تھی قرآن پاک سے!!



اس کے ساتھ ساتھ انتہائی دلیر، غیرتِ ایمانی سے لبریز اور عشقِ رسول ﷺ سے سرشار تھے۔

"شَهِدَ الْمَشَاهِدَ كُلَّهَا"

تمام غزوات میں شریک ہوئے تھے۔

رسول اللہ ﷺ کے پہرے دار تھے۔ جب غزوہ احزاب میں قبیلہ غطفان کے یہودی مشرکین کے ساتھ ہونے لگے تو رسول اللہ ﷺ نے عُمَیْنَةُ بن حِصْن اور حارث بن عوف (یہ دونوں ان کے سردار تھے) کو خط لکھا کہ میں تم کو مدینہ کے ایک تہائی کچھوڑ دے دوں گا، تم ان مشرکین کا ساتھ دینا (یعنی مشرکین کے ساتھ جنگ میں مدد) چھوڑ دیں، تو وہ دونوں اس پر راضی ہوئے۔ اور دوات اور کاغذ وغیرہ لے آئے تاکہ معاہدہ لکھ دیں۔ لیکن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے نہ مانا، تو عُمَیْنَةُ بن حِصْن نے کہا کہ اللہ کی قسم جو چیز (صلح) تم نے چھوڑ دیا، یہ اُس غلہ (کچھوڑ وغیرہ) سے بہتر ہے اور تم اُن کا مقابلہ نہیں کر سکتے، تو یہ سن کر حضرت عباد بن بشر انصاری رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"يَا عُمَیْنَةُ، اَبِالسَّيْفِ تُخَوِّفُنَا! سَتَعْلَمُ اَيْنَا أَجْزَعُ، وَاللَّهِ

لَوْ لَا مَكَانُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا وَصَلْتُمْ

إِلَيَّ قَوْمِكُمْ"

کہ اے عُمَیْنَةُ کیا تم ہم کو تلوار سے ڈراتے ہیں، جلد تم کو معلوم ہوگا کہ ہم اور تم میں سے کون بھاگے گا، اللہ کی قسم اگر رسول اللہ ﷺ کے ادب اور مرتبے کا خیالی نہ ہوتا تو تم

دونوں اپنے قوم کو نہیں جاسکتے، (ادھر ہی تم دونوں کا کام تمام کرتے)۔

یہ غیرت سے بھرا ہوا جملہ سن کر وہ دونوں قوم کی طرف یہ کہتے ہوئے لوٹے کہ اللہ کی قسم ہم ان لوگوں سے کچھ بھی وصول نہیں کر سکتے۔ قوم کے پوچھنے پر ان دونوں نے کہا:

"لَمْ يَتَمَّ لَنَا الْأَمْرُ، زَأَيْنَا قَوْمًا عَلَى بَصِيرَةٍ وَبَذَلْ

أَنْفُسِهِمْ ذُونَ صَاحِبِهِمْ"

کہ ہمارا کام نہیں ہوا، ہم نے ایسا قوم دیکھا جو کہ ہوشیار اور بصیرت والے تھے، اور اپنے نبی ﷺ کی خاطر اپنے جانوں کا نذرانہ پیش کرنے والے تھے۔

اسی طرح جب کعب بن اشرف گستاخ یہودی کے قتل کرنے کے لئے رسول اللہ ﷺ نے مجاہدین کو بھیجا تو انہی مجاہدین میں سے ایک حضرت عباد بن بشر انصاری رضی اللہ عنہ تھے، جب اُن کو واصل جہنم کیا تو آپ ﷺ نے اُس کے بارے میں ایک قصیدہ فرمایا، جو درجہ ذیل ہے:

صَرَخْتُ لَهُ فَلَمْ يَعْزِضْ لَصَوْتِي... وَوَأَقَى طَالِعًا مِنْ رَأْسِ جَذْرٍ
فَعُدْتُ لَهُ فَقَالَ مِنَ الْمُتَادِي... فَقُلْتُ أَخُولَكَ عَبَادُ بْنُ بَشْرٍ
وَهَلْ يَدْرُغُنَا هُنَا فُحْدُهَا... لِشَهْرٍ إِنْ وَفَى أَوْ يَصْفِ شَهْرٍ
فَقَالَ مَعَاشِرُ سَغْبُوا وَجَاعُوا... وَمَاعَدُوا الْغَى مِنْ غَيْرِ فَقَرِ
فَأَقْبَلَ نَحُونَا يَهُوِي سَرِيْعًا... وَقَالَ لَنَا لَقَدْ جِئْتُمْ لِأَمْرٍ

وَفِي أَيْمَانِنَا بَيْضٌ حِدَادٌ... مُجَرَّبَةٌ بِهَا الْكُفَّاءُ نَقَرِي
فَعَانَقَهُ ابْنُ مُسْلِمَةَ الْمُرَدِّي... بِهِ الْكُفَّاءُ كَاللَّيْثِ الْهَزْبَرِ
وَشَدَّ بِسَيْفِهِ صَلْتًا عَلَيْهِ... فَقَطَّرَهُ أَبُو عَبَّاسٍ بْنُ جَدْرِ
وَكَانَ اللَّهُ سَادِسْنَا فَأَبْنَا... بِأَنْعَمِ نِعْمَةٍ وَأَعَزِّ نَصْرِ
وَجَاءَ أَسَدٌ نَقَرَ كِرَامٌ... هُمُونا هَوْلًا مِنْ قَصْدٍ وَبَرٍّ

آپ ﷺ نے جنگِ یمامہ میں کلیدی کردار ادا فرمایا ہے، جنگ کے دوران ایک رات خواب دیکھا۔ تو صبح حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے فرمانے لگے کہ میں رات کو دیکھا کہ آسمان کو دیکھا کہ چیر کے میں اُس میں داخل ہوا اور پھر بند ہو گیا۔ پھر فرمانے لگے:

"فَهِيَ إِنْ شَاءَ اللَّهُ الشَّهَادَةُ"

یہ (خواب کی تعبیر) شہادت ہے، ان شاء اللہ۔ یعنی میں شہید ہوں گا۔

پھر جب جنگ گرم ہوئی، اور مجاہدین نے عارضی پسپائی اختیار کی تو آپ ﷺ ایک اُنچی جگہ پر کھڑے ہو کر چیخ چیخ کر پکارنے لگے:

"يَا مَعْشَرَ الْأَنْصَارِ تَمَيَّزُوا مِنْ النَّاسِ"

اے انصار! لوگوں سے جدا ہو جاؤ۔

"وَاحْطَمُوا جُفُونَ السُّيُوفِ"

اور اپنے تلواروں کے میانوں کو توڑ ڈالو۔

"وَلَا تَتَزَكُّوا إِلَّا سَلَامَ يَوْمِي مِنْ قَبْلِكُمْ"

اور اسلام کو ایسا نہ چھوڑ کہ تمہارے طرف سے اس پر حملہ ہو جائے۔

آپ رضی اللہ عنہ یہ ندا بلند کرتے رہے حتیٰ کہ آپ کے ارد گرد تقریباً چار سو مجاہدین جمع ہوئے، اور سب کے سب آگے بڑھ کر ایک عظیم الشان حملہ کیا۔ حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے عباد بن بشر رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ اُن کے تلوار درائی کی طرح ٹیڑھی ہو گئی تھی، اور وہ گھٹنے پر رکھ کر اُسے سیدھا کر رہی تھے، کہ اچانک بنو حنیفہ کا ایک آدمی حملہ آور ہوا اور شمشیر زنی شروع ہوئی۔ میں نے دیکھا کہ وہی تلوار عباد رضی اللہ عنہ نے اس شخص کے سینے پر اس زور سے ماری کہ میں نے اُس کے پھیپھڑے دیکھ لیے اور وہ آدمی مر گیا۔ لیکن دوسروں نے عباد رضی اللہ عنہ پر چاروں طرف سے حملہ کر دیا۔ میں نے دیکھا کہ بنو حنیفہ کے لوگ آپ رضی اللہ عنہ کے پہلو اور پیٹ میں تلواریں مار رہے تھے، حتیٰ کہ شہید ہو گئے۔ میری آنکھ میں یہ دلدوز منظر بھی اُترا کہ بیس آدمی عباد رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے قتل ہوئے اور وہ خود بھی لاشوں میں پڑے تھے۔

اتنے زخمی ہوئے تھے کہ لوگوں نے آپ کو نہیں پہچانا، بعد میں کسی علامت سے

پہچانا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

یا اللہ!! ہمیں بھی ان عظیم ہستیوں کی پیروی نصیب فرما۔ آمین ثم آمین۔

سیدنا فیروز

الذیلمی رضی اللہ عنہ

سیدنا فیروز الدیلیؓ

نام و نسب:

فیروز نام، ابو عبد اللہ یا ابو عبد الرحمن کنیت، نسلاً عجمی تھے، اصلاً فارسی تھے، کسری نے یمن بھیجا تھا۔ اور نجاشی کے بھانجے تھے۔

آپ کے زندگی میں ایک تاریخی، دلچسپ اور قربانی سے لبریز واقعہ جھوٹے نبی اسود عسی کو قتل کرنا ہے۔

اسود عسی کا خروج

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: بَيْنَمَا أَنَا نَائِمٌ رَأَيْتُ فِي يَدَيَّ سَوَارَيْنِ مِنْ ذَهَبٍ فَأَهْمَنِي شَأْنُهُمَا، فَأَوْحَى إِلَيَّ فِي الْمَنَامِ أَنْ انْفُخْهُمَا، فَانْفُخْتُهُمَا فَطَارَا، فَأَوَّلَتْهُمَا كَذَّابَيْنِ يَخْرُجَانِ بَعْدِي فَكَانَ أَحَدُهُمَا الْعَنَسِيُّ، وَالْآخَرُ مُسَيْلِمَةُ الْكَذَّابِ صَاحِبُ الْيَمَامَةِ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا ”میں سویا ہوا تھا کہ میں نے (خواب میں) سونے کے دو کنگن اپنے ہاتھوں میں دیکھے۔ مجھے اس خواب سے بہت فکر ہوا، پھر خواب میں ہی وحی کے ذریعہ مجھے بتلایا گیا کہ میں ان پر پھونک

ماروں۔ چنانچہ جب میں نے پھونک ماری تو وہ دونوں اڑ گئے۔ میں نے اس سے یہ تعبیر لی کہ میرے بعد جھوٹے نبی ہوں گے۔“ پس ان میں سے ایک تو اسود غنسی ہے اور دوسرا یمامہ کا مسیلہ کذاب تھا۔ صحیح بخاری حدیث نمبر

۳۶۲۱

اس کا نام عَبَّهَلَة بن کعب بن غوث ہے اور اس کے شہر کو ”کھف حنان“ کہا جاتا ہے، یہ شخص مزاجاً نرم اور شیریں گفتگو والا تھا لیکن بد صورت اور کالی رنگت کا تھا اسی وجہ سے اسود کہا گیا یعنی کالا۔ شعبہ بازی میں اپنا ثانی نہیں رکھتا تھا۔ اس کے لقب کے متعلق، ذوالخمار (اوڑھنی والا) یا ذوالخمار (گدھے والا) تحریر ہے، وجہ یہ ہے کہ کریمہ صورت ہونے کے سبب وہ اوڑھنی کا نقاب لگاتا تھا اور چونکہ اس کے پاس ایک سدھایا ہوا گدھا تھا، یہ جب اس کو کہتا کہ خدا کو سجدہ کرو تو وہ سجدہ کرتا، بیٹھنے کو کہتا تو وہ بیٹھ جاتا، کھڑے ہونے کو کہتا تو کھڑا ہو جاتا۔ اس شعبہ نے بازی کی وجہ سے وہ لوگوں کو بے وقوف بناتا تھا کہ دیکھو! ایک بے زبان جانور بھی میری تابعداری کرتا ہے۔ اسی شعبہ بازی کی وجہ سے لوگ اس سے متاثر ہوئے اور اس کو بہت جلد کامیابی حاصل ہوئی۔ اس شخص نے سات سو مقابلین کے ساتھ نکلا، اور حضرت نبی کریم ﷺ کے

رفقاء کو لکھا:

"أَيُّهَا الْمُتَمَرِّدُونَ عَلَيْنَا، أُمِسِّكُوا عَلَيْنَا مَا أَخَذْتُمْ مِنْ
أَرْضِنَا، وَوَفِّرُوا مَا جَمَعْتُمْ، فَنَحْنُ أَوْلَىٰ بِهِ."

اے سرکشو! تم نے ہمارے جس علاقے پر قبضہ کیا ہے
اور جو کچھ تم نے جمع کیا ہے ہمیں لوٹا دو، ہم اس کے زیادہ
حقدار ہیں۔

پھر وہ سوار ہو کر نجران کی جانب گیا اور اس نے دس راتوں کے بعد اس پر قبضہ
کر لیا۔ پھر اس نے صنعا کا ارادہ کیا اور شہر بن باذامہ (جو کہ یمن کا گورنر تھے) اس
کے مقابلہ میں نکلا اور دونوں کے درمیان جنگ ہوئی تو اسود عنسی اس پر غالب آیا اور اسے
قتل کر دیا اور اس کی فوج کو شکست دی اور پچیس دن بعد شہر صنعا پر قابض ہو گیا اور اس
طرح حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ وہاں سے جا کر حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے پاس
چلے آئے پھر دونوں حضرموت کو گئے، اور رسول اللہ ﷺ کے رفقاء طاہر کے پاس گئے،
اور عمر بن حرام اور خالد بن سعید بن العاص رضی اللہ عنہما مدینہ واپس آ گئے اور پورا یمن اسود عنسی
کے قبضہ میں آ گیا۔ اور اس کی حکومت آگ کے شرارے کی طرح پھیلنے لگی اور اس کی
حکومت مضبوط ہو گئی اور یمن کے باشندے مرتد ہو گئے اور جو مسلمان وہاں موجود تھے
انہوں نے اس سے تقیہ کا معاملہ کیا۔

سیف بن عمر تمیمی روایت کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ کو اسود عنسی کی
اطلاع ملی تو آپ ﷺ نے ایک شخص کے ہاتھ جسے وَبَر بن یَحْنَس کہا جاتا تھا، ایک
خط ارسال فرمایا جس میں آپ ﷺ نے وہاں کے مسلمانوں کو اسود عنسی کے ساتھ جنگ
کرنے اور اس پر حملہ کرنے کا حکم دیا اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے اس خط کی ذمہ داری کو
پوری طرح نبھایا، اور آپ رضی اللہ عنہ نے چونکہ سکون (جگہ ہے) کی ایک عورت سے جسے

رَمْلَہ کہا جاتا تھا، نکاح کیا تھا پس اہل سکون نے اسی وجہ سے آپ رضی اللہ عنہ کے ساتھ اسود عنسی کے خلاف جھڑپ بندی کی اور انہوں نے اس بارے میں آپ کا ساتھ دیا، اور انہوں نے اس خط کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کارندوں تک، اور جن لوگوں تک وہ اسے پہنچا سکتے تھے پہنچایا۔

حضرت فیروز رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اور میرا چچا زاد بھائی دَاذَوِیہ قیس بن عبد یغوث کے پاس گئے، جو کہ اسود عنسی کی طرف سے اس کے لشکر کے سالار تھے، اور اسود عنسی کے ساتھ سخت نفرت تھا اور ان پر سخت غصہ تھے لیکن کچھ کر نہیں کر سکتا تھا، ہم نے اُن کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام پہنچایا تو اس نے ہمارا دعوت قبول کیا، اور اپنا راز کھول دیا اور اس نے ایسا محسوس کیا کہ گویا ہم ان پر آسماں سے بازل ہوئے ہیں۔ پس ہم تینوں نے آپس میں یہ وعدہ کیا کہ ہم اس مرتد کو اندر سے آئیں گے اور باقی ہمارے مسلمان بھائی باہر سے، لیکن ہمارا مشورہ اس بات پر آیا ہم اس کام میں اپنے ساتھ اپنی چچا زاد بہن آذاذ کو شامل کریں گے،

نوٹ: آذاذ فیروز دیلمی رضی اللہ عنہ کے چچا زاد بہن تھی جو کہ سچی مؤمنہ تھی، اور شہر بن باذان کی بیوی تھی، اسود عنسی نے شہر بن باذان کو قتل کیا اور آذاذ کے ساتھ زبردستی سے نکاح کیا۔

فیروز دیلمی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اسود عنسی کے محل گیا اور اپنی چچا زاد بہن آذاذ سے ملا، اور میں نے ان سے کہا کہ آپ کو معلوم ہے کہ اسود عنسی نے ہم سب کو مصیبت ڈالی ہے تو اسے جانتی ہے اس نے تیرے خاوند کو قتل کیا ہے اور تیری قوم میں قتل

عام کیا اور عورتوں کو رسوا کیا، اور یہ رسول اللہ ﷺ کا خط ہے جو کہ ہمیں خاص کر اور اہل
یمن کو عام طور پر اس فتنہ کو ختم کرنے کی دعوت دیتا ہے۔

کیا تو اس کے خلاف مدد کرے گی؟

اس نے کہا کس طرح؟

میں نے کہا اس کو نکال کر۔

اس نے کہا بلکہ اس کو قتل کر کے (یعنی میں اس کے قتل میں تمہارا مدد کروں گی)

میں نے کہا یا اس کو قتل کر کے؟

اس نے کہا ہاں خدا کی قسم! اللہ نے کوئی ایسا شخص پیدا نہیں کیا جو اس کے

بارے میں مجھ سے زیادہ بغض رکھتا ہو۔ وہ نہ اللہ کی خاطر کسی حق پر ٹھہرتا ہے اور نہ اس کی

کسی حرمت سے رکتا ہے پس جب تم ارادہ کر لو تو مجھے بتا دینا میں تمہیں اس معاملے میں

بتاؤں گی۔

میں نے کہا کہ ہم اس کو کیسے قتل کریں گے؟

تو اس نے کہا کہ گھر میں میں تمام کمروں پر چوکیدار ہیں، صرف وہ دور

والے ایک کمرہ کہ اس کے پیچے فلاں مکان کی طرف سے صحرا ہے، تو تم رات کو اس کو پیچے

کی طرف سے سوراخ کر کے داخل ہو جاؤ میں اسلحہ اور چراغ رکھوں گی۔

تو میں نے ان سے کہا کہ یہ تو بہت مشکل کام ہے اس لئے کہ جب ہم اتنا

بڑے دیوار میں سوراخ کرنے لگے شاید چوکیدار آگاہ ہو جائے۔ تو اس نے کہا کہ پھر تم

ایک شخص کو عامل کی شکل میں بھیج دیں میں ان کو دیوار اندر کی طرف سے سوراخ اور نقب

کرنے پر لگا دوں گا، اور اندر کی طرف سے وہ دیوار میں نقب کرے گا صرف تھوڑے دیوار کو چھوڑے گا، اس کو تم باہر کی طرف سے بآسانی نقب کرو گے۔ میں نے کہا بہت خوب مشورہ ہے۔

پھر میں گیا اور اپنے دونوں دوستوں کو سارا قصہ بیان کیا، تو انہوں نے بھی برکت والا جانا، اور ہم تیاری میں لگ گئے، اور اپنے ان خاص مؤمنین کو خبردار کیا اور ان کو خاص رازدار صیغہ بتایا، کہ آپ بھی تیاری کریں اور جب یہ راز کا صیغہ سنوں گے تو حملہ آور ہونگے، اور ہم نے ان کو آنے والی صبح کا وقت مقرر کیا۔

پس جب رات چھا گئی تو میں اپنے دو ساتھیوں کے ساتھ اس دیوار کی طرف گئے اور نقب کر کے اندر داخل ہوئے تو اسلحے کو اٹھایا اور چراغ کو جلا کر اللہ کے دشمن اسدو عنسی کے کمرے کی طرف گئے تو چچی زاد بہن اس کے کمرے کی دروازے کے ساتھ کھڑی تھی، پس اس نے مجھے اشارہ کیا تو میں اندر داخل ہوا، اسود عنسی ایک ریشمی بستر پر سویا ہوا تھا اس کا سر اس کے جسم میں گھسا ہوا تھا تو اس کے شیطان نے اسے بٹھا دیا اور اس کی زبان سے بولا، باوجودیکہ وہ خراٹے لے رہا تھا، تو کہنے لگا اے فیروز! مجھے اور تجھے کیا ہو گیا ہے؟ لہذا میں خوف زدہ ہوا کہ اگر واپس ہوا تو میں خود بھی اور عورت بھی ہلاک ہو جائے گی لہذا میں جلدی سے اس کے قریب ہوا، اسود عنسی اونٹ کی طرح تھا، اور اس کے سر کو پکڑ کر اس کی گردن توڑ دی اور اس کی پشت پر دونوں گھٹنے رکھ کر اسے ہلاک کر دیا پھر میں اس ارادے کھڑا ہوا کہ جا کر اپنے ساتھیوں کو آگاہ کرے تو عورت نے میرا دامن پکڑ کر کہا تو اپنی حرمت کو چھوڑ کر کہاں جاتا ہے، اس نے خیال کیا کہ اس نے اسے قتل نہیں

کیا، میں نے کہا میں انہیں اس کے قتل کے بارے میں بتانے جا رہا ہوں، لہٰذا جب میں اس کا سر کاٹنے کے لئے اس کے پاس آیا تو اس کے شیطان نے اسے حرکت دی تو وہ حرکت کرنے لگا میں اس کو قابو نہ کر سکا حتیٰ کہ دو آدمی اس کے پشت پر بیٹھ گئے اور عورت نے اس کے بال پکڑ لئے اور وہ اول فول کہنے لگا۔ لہٰذا دوسرے آدمی نے اس کی گردن کاٹ دی تو وہ بیل کی طرح اتنا سخت چیخا کہ کبھی اس قسم کی آواز نہیں سنی گئی، اور محافظ جلدی سے کمرے کی طرف آئے اور کہنے لگے یہ کیا ہے؟ یہ کیا ہے؟ تو عورت کہنے لگی نبی کی طرف وحی ہو رہی ہے تو وہ واپس چلے گئے اور قیس اور دازویہ اور فیروز رضی اللہ عنہم مشورہ کرنے لگے کہ ان کے مددگاروں کو کیسے علم ہوگا۔ لہٰذا انہوں نے اس بات پر اتفاق کیا کہ جب صبح ہوگی تو اس نشان امتیاز (خفیہ رازدار کلمہ) کے ساتھ آواز دیں گی جو انکے اور مسلمانوں کے درمیان مقرر ہے اور جب صبح ہوئی، تو قیس نے قلعے کے دیوار پر کھڑے ہو کر ان کے نشان امتیاز کے ساتھ آواز دی، تو مسلمان اور کافر قلعے کے ارد گرد جمع ہو گئے اور فیروز دلیلی رضی اللہ عنہ اذان دی اشہد ان محمد الرسول اللہ میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور عہدہ جھوٹا ہے اور اس نے اس کے سر کو ان کی طرف پھینک دیا تو اس کے اصحاب نے شکست کھائی اور لوگوں نے انہیں پکڑنے کے لئے ان کا تعاقب کیا اور ہر راستے میں ان کی گھات لگائی اور انہیں قیدی بنایا اور اسلام اور اہل اسلام غالب آ گئے، اور رسول اللہ ﷺ کے محافظین اپنی اپنی عملداریوں کی طرف واپس چلے گئے۔ اور پھر انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں واقعات لکھ بھیجے، لیکن آپ ﷺ خط کے پہنچنے سے پہلے وفات پا گئے تھے۔ البتہ اللہ تعالیٰ نے آپ

ﷺ کو اسی واقعہ سے باخبر کر دیا۔

جیسا کہ سیف بن عمرو تمیمی نے عن ابی القاسم الشنوی
عن العلاء بن زید عن ابن عمرو بیان کیا ہے کہ جس رات اسود عنسی قتل ہوا
رات کو ہمیں بشارت دینے کے لئے رسول اللہ ﷺ کو آسمان سے خبر ملی، تو آپ
ﷺ نے فرمایا گذشتہ رات اسود عنسی قتل ہو گیا ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا:

"قَتَلَهُ رَجُلٌ مُبَارَكٌ مِنْ أَهْلِ بَيْتِ مُبَارَكَيْنِ"

اور اسے ایک بابرکت آدمی نے قتل کیا ہے جو بابرکت اہل

بیت سے ہے،

پوچھا گیا وہ کون شخص ہے؟ فرمایا فیروز فیروز۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے تھے :

"قَتَلَهُ هَذَا الْأَسَدُ يَعْنِي فَيْرُوزَ"

یعنی اسود کو اس شیر یعنی فیروز رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔

گستاخ رسول و مدعیان نبوت کی سزا : سرتن سے جدا، سرتن سے جدا

اسود عنسی لعین کے زندگی میں ایک ایمان افروز واقعہ بھی رونما ہوا تھا جو کہ عبد

اللہ بن ثوب ابو مسلم خولانی رضی اللہ عنہ کا ہے جن کو آپ امت محمدیہ کا ابراہیم بھی کہہ سکتے ہیں،

واقعہ یہ ہے:

ابو مسلم رضی اللہ عنہ کو اسود عنسی نے قید کر دیا جب اسکے دربار میں اسکو حاضر کیا گیا تو اسود عنسی

نے کہا: کیا تم یہ گواہی دیتے ہو کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں؟

ابو مسلم نے جواب دیا: ہاں میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں
پھر اسود عسی لعنة الله عليه نے کہا کہ کیا تو یہ گواہی دیتا ہے کہ میں اللہ کا رسول

ہوں؟

تو آپ رضی اللہ عنہ نے کہا: نے نہیں سنا۔

یہ معاملہ کئی مرتبہ ہوا کہ جب آپ ﷺ پر ایمان لانے کے متعلق سوال کرتا تو آپ رضی اللہ عنہ اسکو ہاں میں جواب دیتے لیکن جب وہ اپنے متعلق سوال کرتا تو آپ یہی جملہ دہراتے
میں نہیں سن سکتا۔ اس پر اسود عسی نے ایک بہت بڑی آگ جلوائی اور اس میں ابو مسلم عبد
اللہ بن ثوب خولانی رضی اللہ عنہ کو اس میں ڈال دیا گیا لیکن اللہ کی شان ابراہیم علیہ السلام کی
طرح انکو بھی آگ نے کچھ نہ کہا اس پر اسود عسی کے درباری وزراء نے مشورہ دیا کہ اسکو
اپنے علاقے سے نکال دو ورنہ یہ تمہاری سلطنت کو برباد کر دے گا، چنانچہ ابو مسلم رضی اللہ عنہ
کو یمن سے نکال دیا اور ادھر اس خبر نے پورے عرب میں آگ لگا دی تھی کہ ایک شخص کو
اسود عسی نے جلانے کی کوشش کی لیکن آگ نے اسے کچھ نقصان نہ پہنچایا حتیٰ کہ صحابہ
کرام رضی اللہ عنہم بھی اس تاک میں تھے کہ ہماری اس شخص سے ملاقات ہو جائے، ابو مسلم
رضی اللہ عنہ وہاں سے نکلے اور سیدھے مدینۃ الرسول میں آگئے مسجد کے باہر اپنی سواری باندھی
اور نماز میں مصروف ہو گئے نبی ﷺ کی وفات ہو چکی تھی اور ابو بکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کا
دور تھا، عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اجنبی کو نماز ادا کرتے ہوئے دیکھا تو انتظار کرنے لگے تاکہ
نماز ادا کر لے، نماز سے فارغ ہونے کے بعد آپ نے اس سے پوچھا کہا سے آئے ہو:

ابو مسلم رضی اللہ عنہ نے کہا: یمن سے۔

عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: اس آدمی کے متعلق کیا جانتے ہو جسکو اسود عنسی نے جلانے کا ارادہ کیا تھا لیکن آگ نے انہیں کچھ نہ کہا؟

ابو مسلم رضی اللہ عنہ: اسکا نام عبداللہ بن ثوب ہے اور وہ آپ کے سامنے ہے۔

عمر رضی اللہ عنہ: کیا واقعی تم سچ کہہ رہے ہو؟ میں تمہیں اللہ کا واسطہ دیتا ہوں سچ کہو کیا تم ہی وہ شخص ہو؟
ابو مسلم رضی اللہ عنہ: اللہ کی قسم میں ہی وہ شخص ہوں۔

عمر رضی اللہ عنہ نے یہ سنتے ہی انکی پیشانی کو بوسہ دیا اور انکو ابو بکر رضی اللہ عنہ اور اپنے درمیان بٹھا کر کہا: اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے جس نے مجھے امت محمدیہ میں سے ایسے شخص کے ساتھ میری ملاقات کروائی جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے ابراہیم خلیل اللہ جیسا معاملہ فرمایا۔
اسی عمر رضی اللہ عنہ کے بیان سے ہم کہہ سکتے ہیں کہ اس امت کے ابراہیم، ابو مسلم خولانی رضی اللہ عنہ ہیں۔

(صفة الصفوة جلد نمبر ۲ صفحہ نمبر ۲۰۸)

سکھایا ہے ہمیں اے دوست طیبہ کے والی نے
کہ بوجھلوں سے ٹکرا کر ابھرنا عین ایماں ہے

جہاں باطل مقابل ہو وہاں نوک سناں سے بھی
برائے دین اسلام رقص کرنا عین ایماں ہے

سیدنا عبد

اللہ بن

عتیک رضی اللہ عنہ

سیدنا عبداللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ

نام و نسب:

عبداللہ نام، خاندان سلمہ سے ہیں، ہجرت سے قبل مسلمان ہوئے

ہیں۔

بدر میں اختلاف ہے باقی غزوات میں شریک ہوئے ہیں۔ امام ابن عبدالبر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"قَالَ أَبُو عَمْرٍ: وَأُظْنُهُ وَأَخَاهُ شَهِدَا بَدْرًا، وَلَمْ

يَخْتَلِفُوا أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَتِيكٍ شَهِدَ أَخْذَا."

میرے گمان کے مطابق آپ رضی اللہ عنہ اور آپ کے بھائی کہ غزوہ بدر میں شریک ہوئے ہیں۔ البتہ اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ اُحد میں شریک ہوئے ہیں۔

ابورافع ایک بڑا مالدار یہودی تاجر تھا۔ ابورافع کنیت تھی۔ عبداللہ بن ابی الحقیق اس کا نام تھا سلام بن ابی الحقیق بھی کہتے تھے۔ خیبر کے قریب ایک گڑھی میں رہتا تھا۔

رسول اللہ ﷺ کا سخت دشمن تھا اور طرح طرح سے آپ کو ایذا اور تکلیف پہنچاتا تھا۔ کعب بن اشرف کا معین اور مددگار تھا، یہی شخص غزوہ احزاب میں قریش مکہ کو مسلمانوں پر چڑھا کر لایا اور بہت زیادہ ان کی مالی امداد کی اور ہمیشہ رسول اللہ ﷺ اور مسلمانوں کی عداوت میں روپیہ خرچ کرتا تھا۔

کعب بن اشرف کے قاتل محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ اور ان کے رفقاء رضی اللہ عنہم چونکہ

سب قبیلہ اوس کے تھے، اس لئے قبیلہ خزرج کو یہ خیال ہوا کہ قبیلہ اوس نے تو رسول اللہ ﷺ کے ایک جانی دشمن اور بارگاہ رسالت کے ایک گستاخ اور دریدہ دہن کعب بن اشرف کو قتل کر کے سعادت اور شرف حاصل کر لیا۔ لہذا ہم کو چاہئے کہ بارگاہ نبوت کے دوسرے گستاخ اور دریدہ دہن ابورافع کے قتل کر کے دارین کی عزت و رفعت حاصل کریں۔ چنانچہ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر ابورافع کے قتل کی اجازت چاہی، آپ ﷺ نے اجازت دی۔

چنانچہ عبداللہ بن عتیک، مسعود بن سنان، عبداللہ بن انیس، ابوقنادہ حارث بن ربیع اور خزاعی بن اسود رضی اللہ عنہم کو اس کے قتل کے لئے روانہ فرمایا اور عبداللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ کو ان پر امیر بنایا اور یہ تاکید فرمائی:

"لَا تَقْتُلُوا وَلِيدًا وَلَا امْرَأَةً"

کہ کسی بچہ اور عورت کو ہرگز نہ قتل کریں۔

لہذا یہ حضرات خیبر کی طرف روانہ ہوئے۔

صحیح بخاری میں براء بن عازب سے مروی ہے کہ غروب آفتاب کے بعد جب لوگ اپنے جانور چراگاہ سے لاکھے تھے تب یہ لوگ خیبر پہنچے۔ ابورافع کا قلعہ جب قریب آگیا تو عبداللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ نے اپنے رفقاء سے کہا تم یہیں بیٹھو میں قلعہ کے اندر جانے کی کوئی تدبیر نکالتا ہوں۔ جب بالکل دروازے کے قریب پہنچ گئے تو کپڑا ڈھانک کر اس طرح بیٹھ گئے جیسے کوئی قضاء حاجت کر رہا ہو، دربان نے یہ سمجھ کر کہ یہ ہمارا ہی کوئی آدمی ہے یہ آواز دی کہ اے اللہ کے بندے اگر اندر آنا ہے تو جلد آ جا، میں دروازہ

بند کرتا ہوں۔ میں فوراً داخل ہو گیا اور ایک طرف چھپ کر بیٹھ گیا۔

ابورافع بالا خانہ پر رہتا تھا اور شب کو قصہ گوئی ہوتی تھی۔ جب قصہ گوئی ہو گئی اور لوگ اپنے اپنے گھر واپس ہو گئے تو دربان نے دروازے بند کر کے کنجیوں کا حلقہ ایک کھوٹی پر لٹکا دیا۔ جب سب سو گئے تو میں اٹھا اور کھوٹی سے کنجیوں کا حلقہ اتار کر دروازہ کھولتا ہوا بالا خانہ پہنچا اور جو دروازہ کھولتا تھا وہ اندر سے بند کر لیتا تھا تاکہ لوگوں کو اگر میری خبر ہو بھی جائے تو میں اپنا کام کر گزروں۔

جب بالا خانہ پر پہنچا تو وہاں اندھیرا تھا اور ابورافع اپنے اہل و عیال میں سو رہا تھا۔ مجھ کو معلوم نہ تھا کہ ابورافع کہاں اور کدھر ہے۔ میں نے آواز دی ابورافع، ابورافع نے کہاں کون ہے؟ میں نے اسی جانب ڈرتے ڈرتے تلوار کا وار کیا مگر خالی گیا اور ابورافع نے چیخ ماری۔ میں نے تھوڑی دیر بعد آواز بدل کر ہمدردانہ لہجہ میں کہا اے ابورافع! یہ کیسی آواز ہے۔ ابورافع نے کہا ابھی مجھ پر کسی شخص نے تلوار کا وار کیا۔ یہ سنتے ہی میں تلوار کا دوسرا وار کیا جس سے اس کے کاری زخم آیا۔ بعد ازاں میں تلوار کی دھار اس کے پیٹ پر رکھ کر اس زور سے دبائی کہ پشت تک پہنچ گئی، اور ہڈیوں کا آواز میں نے سنا، جس سے سمجھا کہ میں اب اس کا کام تمام کر چکا اور واپس ہو گیا، ابورافع کا بیوی بھی چیخ چیخ کر چلانے لگی، اور لوگ بھی خبردار ہوئے، اور میں ایک ایک دروازہ کھولتا جاتا، اور نیچے اتر کر کہتا تھا کہ مدد مدد! لوگ اوپر چڑھتے تھے اور میں نیچے، جب سیڑھی سے اترنے لگا تو یہ خیال ہوا کہ زمین قریب آگئی اترنے میں گر پڑا (کیونکہ آپ کی نظر کمزور تھی) اور پنڈلی کی ہڈی ٹوٹ گئی۔

چاندنی رات تھی، عمامہ کھول کر ٹانگ کو باندھا اور اپنے ساتھیوں کے پاس آیا۔ حارث نے تین ہزار لوگوں کے ساتھ ہمارا پیچھا کر لیا، لیکن ہم ان کو نہیں ملے، لہذا وہ ناکام واپس ہو گئے۔ ساتھیوں نے کہا کہ اب اپنے آپ کو بچاؤ، اس لئے کہ دشمن واپس چلے گئے تو میں نے کہا کہ نہیں اللہ کی قسم میں اس جگہ سے تب تک نہیں جاؤں گا جب تک مجھے معلوم نہ ہو جائے کہ میں نے اس کو قتل کیا ہے۔ تو ایک ساتھی نے کہا کہ میں جا کر معلوم کروں گا کہ کیا ہوا؟۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں وہاں پہنچا تو ابورافع کے بیوی کے ہاتھ میں چراغ تھا، اور اُس کے طرف جارہی تھی اور ان کے پیچھے یہودیوں کے بڑے تھے اُن کو حالات بتا رہی تھی۔

تو اُس نے کہا کہ اللہ کی قسم میں نہیں سمجھا، لیکن میں نے ایک ایسا آواز سنی کہ نا آشنا نہیں تھی، جب میں کان لگا سننے لگی، تو میں نے کہا کہ یہ تو عبد اللہ بن عتیک کا آواز ہے، لیکن پھر میں اپنے آپ کو جھٹلایا کہ ابن عتیک یہاں کیا کر رہے ہیں؟۔ پھر وہ اپنے شوہر کی طرف بڑھنے لگی اور چراغ سے روشنی کر کے دیکھا تو کہا کہ:

"فَاضٌ، وَالْهِيْهُودُ."

کہ مرگیا، یہود کے رب کی قسم۔

وہ صحابی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"فَمَا سَمِعْتُ مِنْ كَلِمَةٍ كَانَتْ أَلَدًا إِلَيَّ مِنْهَا."

کہ میں نے اُس سے زیادہ لذیذ اور بہترین کلمہ نہیں سنا ہے، یعنی ابورافع کے مرنے کی خبر سے۔

پھر وہ آئے اور ہمیں اُن کے مرنے کی خوشخبری سنائی، میں نے اُن سے کہا کہ تم چلو اور رسول اللہ ﷺ کو بشارت سناؤ۔ میں یہیں بیٹھا ہوں، اس کی موت اور قتل کا اعلان سنکر آؤں گا، چنانچہ جب صبح ہوئی اور مرغ نے بانگ دی تو خبر دینے والے نے قلعہ کی فصیل سے اس کی موت کا اعلان کیا تب میں وہاں سے روانہ ہوا اور ساتھیوں سے آملا اور کہا تیز چلو، اللہ نے ابورافع کو ہلاک کیا۔ وہاں سے چل کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ ﷺ منبر پر تشریف فرما تھے، ہمیں دیکھ کر فرمانے لگے:

"أَفْلَحَتِ الْوُجُوهُ"

چہرے کامیاب ہو گئے۔

ہم نے کہا:

"أَفْلَحَ وَجْهَكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ"

آپ کا چہرہ مبارک کامیاب ہو۔

پھر جو واقعہ گزرا تھا وہ سب بیان کیا، آپ ﷺ نے فرمایا:

"ابْسُطْ رِجْلَكَ"

اپنی ٹانگ پھیلاؤ۔

"فَبَسَطْتُهَا. فَمَسَحَهَا، فَكَأَنَّ مَالِي أَشْكُهَا قَطُّ."

میں نے ٹانگ پھیلا دی۔ آپ نے دست مبارک اس پر پھیرا، ایسا معلوم ہوا گویا کہ کبھی شگایت ہی پیش نہ آئی ہو۔

اسی فدا یانہ کارروائی کے بارے میں سیدنا حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے درجہ ذیل

قصیدہ ارشاد فرمایا:

لِلّٰهِ دُرُّ عَصَابَةٍ لَا قَيْتَهُمْ... يَا بَنِي الْحَقِّيقِ وَأَنْتَ يَا ابْنَ الْأَشْرَفِ
يَمْشُونَ بِالْبَيْضِ الْقَوَاضِ نَحْوَكُمْ... مَشَى الْأَسْوَدُ إِلَى غَرِيرٍ مُّقَدَّدٍ
حَتَّى أَتَوْكُمْ فِي حَلٍّ دِيَارَكُمْ... يَسْقُونَكُمْ حَتْفًا بِبَيْضٍ مُرْهَفٍ
مُسْتَبْصِرِينَ لِنَصْرِ دِينِ نَبِيِّهِمْ... مُسْتَعْرِضِينَ لِكُلِّ أَمْرٍ مُّجْحَفٍ۔
آپ رضی اللہ عنہ جنگ یمامہ میں شہید ہوئے۔ اور بعض کے نزدیک حضرت علی
رضی اللہ عنہ کے ساتھ جنگ صفین میں شریک ہونا نقل کیا گیا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

سیدنا زبیر

بن العوام رضی اللہ عنہ

سیدنا زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ

نام و نسب:

زبیر نام، ابو عبد اللہ کنیت، حواری رسول اللہ ﷺ لقب، والد کا نام عوام اور والدہ کا نام صفیہ تھا۔

آپ رضی اللہ عنہ کی والدہ سرور کائنات ﷺ کی پھوپھی تھیں، اس لئے آپ ﷺ کے پھوپھی زاد بھائی تھے، اس کے علاوہ آنحضرت ﷺ کی زوجہ محترمہ ام المؤمنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بھی حقیقی بھتیجے تھے، اور حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے داماد ہونے کے سبب سے وہ آنحضرت ﷺ کے ساندھو بھی تھے، اور اسی طرح ذات نبوی ﷺ کے ساتھ متعدد نسبتیں تھیں۔

"وَشَهِدَ الزُّبَيْرُ بْنُ الْعَوَّامِ بَدْرًا، وَأُحْدًا
وَالْمَشَاهِدَ كُلَّهُمَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ،
أَحَدَ الْعَشْرَةِ الْمُبَشِّرِينَ بِالْجَنَّةِ"۔

آپ کی والدہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا ابتداء ہی سے ان کی ایسی تربیت کی تھی کہ وہ جوان ہو کر ایک عالی حوصلہ، بہادر اور اولوالعزم ثابت ہوں، چنانچہ وہ بچپن میں عموماً انہیں مارا پیٹا کرتیں، اور سخت سے سخت محنت و مشقت کے کام کا عادی بناتی تھیں، ایک دفعہ نوفل بن خویلد جو اپنے بھائی عوام کے بعد ان کے ولی تھے، حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا پر نہایت خفا ہوئے کہ کیا تم اس بچے کو اس طرح مارتے مارتے مار ڈالو گی، اور بنو ہاشم سے کہا کہ تم لوگ صفیہ رضی اللہ عنہا کو سمجھاتے کیوں نہیں؟ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے حسب ذیل رجز میں اس

خفگی کا جواب دیا:

مَنْ قَالَ إِنِّي أَبْغَضْتُه فَقَدْ كَذَبَ... وَإِنَّمَا أَضْرِبُهُ لَكَيْ يَلِبَ
جس نے یہ کہا کہ میں اس سے بغض رکھتی ہوں، اس نے جھوٹ کہا میں اس کو اس لئے مارتی
ہوں کہ عقل مند ہو۔

وَيَهْزِمُ الْجَيْشَ وَيَأْتِي بِالسَّلَبِ... وَلَا يَكُنْ لِمَالِهِ خَبْنًا مُخْبِتًا
اور فوج کو شکست دے اور مال غنیمت حاصل کر دے۔ اور تاکہ ان کے مال کے لئے
پوشیدہ دھوکا باز نہ ہو۔

يَأْكُلُ فِي الْبَيْتِ مِنْ تَمَرٍ وَحَبِّ
اور اپنے گھر میں کھجور اور دانے (گندم) کھائے

اس تربیت کا یہ اثر تھا، کہ وہ بچپن ہی سے بڑے بڑے مردوں کا مقابلہ کرنے
لگے تھے، ایک دفعہ مکہ میں ایک جوان آدمی سے مقابلہ پیش آیا، انہوں نے ایسا ہاتھ مارا
کہ اس کا ہاتھ ٹوٹ گیا، لوگ اسے لاد کر شکایۃ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے پاس لائے تو
انہوں نے معذرت و عفو خواہی کے بجائے سب سے پہلے یہ پوچھا:

"كَيْفَ رَأَيْتَ زَبْرًا؟ أَقِطًا وَتَمَرًا؟ أَوْ مُشْمَعِلًا
صَفْرًا".

کہ تم نے زبیر رضی اللہ عنہ کو کیسا پایا؟ پنیر اور کھجور جیسا (یعنی
کمزور اور بزدل) یا بلند ہمت شکرا (شکاری پرندے جیسا
بہادر)

سولہ برس کے تھے کہ نور ایمان نے ان کے خانہ دل کو منور کر دیا۔ سابقین میں
سے ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ اگرچہ کمسن تھے، لیکن استقامت اور جانثاری میں کسی سے پیچھے نہ

تھے۔ قبولِ اسلام کے بعد کسی نے مشہور کر دیا، کہ مشرکین نے رسول اللہ ﷺ کو گرفتار کر لیا ہے، یہ سن کر جذبہ جانثاری سے اس قدر بے خود ہوئے کہ اسی وقت نگلی تلوار کھینچ کر مجمع کو چیرتے ہوئے آستانہ اقدس پر حاضر ہوئے، آپ ﷺ نے دیکھا تو پوچھا زبیر! یہ کیا ہے؟ عرض کی مجھے معلوم ہوا تھا کہ (خدا نخواستہ) حضور ﷺ گرفتار کر لئے گئے ہیں۔

سرور کائنات ﷺ نہایت خوش ہوئے، اور ان کے لئے اور ان کے تلوار کے لئے دعائے خیر فرمائی۔ اہل سیر فرماتے ہیں:

"وَأَوَّلُ مَنْ سَلَّ سَيْفَهُ فِي الْإِسْلَامِ."

کہ یہ پہلی تلوار تھی جو راہِ فداویت و جانثاری میں ایک بچے کے ہاتھ سے برہنہ ہوئی۔

اسلام لانے کے بعد آپ رضی اللہ عنہ پر بھی طرح طرح کے مظالم ڈھائے گئے، حتیٰ کہ آپ کے چچا آپ رضی اللہ عنہ کو چٹائی میں لپیٹ کر باندھ دیتا اور اس قدر دھونی دیتا، کہ دم گھٹنے لگتا، لیکن وہ ہمیشہ یہی کہہ جاتے: کہ کچھ بھی کرو اب میں کافر نہیں ہو سکتا۔

انہی مظالم و شدائد سے تنگ آ کر آپ رضی اللہ عنہ نے بھی ہجرت کی راہ اختیار کیا، لیکن عام مسلمانوں کی طرح خفیہ طور پہ نہیں، بلکہ عمر فاروق اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہما کی طرح برسر عام کعبہ کا طواف کر کے بانگِ دھل اپنے ہجرت کا اعلان کیا، اور مشرکین کو روکنے کا چیلنج دے کر ہجرت کیا۔

غزوات میں شرکت

سب سے پہلے غزوہ بدر پیش آیا، آپ رضی اللہ عنہ اس معرکہ میں نہایت جانبازی و دلیری سے شریک ہوئے، جس طرف نکل جاتے تھے، غنیم کی صفیں تہ و بالا کر دیتے تھے، ایک مشرک نے بلند ٹیلے پر کھڑے ہو کر مبارزت چاہی، یعنی مقابلہ کرنے کا چیلنج دیا، حضرت زبیر بڑھ کر اس سے لپٹ گئے اور دونوں قلابازیاں کھاتے ہوئے نیچے آئے، حضور ﷺ نے فرمایا: کہ ان دونوں میں جو سب سے پہلے زمین پر رُکے گا وہ مقتول ہوگا، چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ وہ مشرک پہلے زمین پر گر کر حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ واصل جہنم ہوا۔ اسی طرح عبیدہ بن سعد سے مقابلہ پیش آیا، جو سر سے پاؤں تک زرہ پہنا ہوا تھا، صرف دونوں آنکھیں کھلی ہوئی تھیں، حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے تاک کر اس زور سے آنکھ میں نیزہ مارا کہ اس پار نکل گیا، اس کی لاش پر بیٹھ کر بمشکل نیزہ کو نکالا، پھل ٹیڑھ ہو گیا تھا، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بطور یادگار آپ رضی اللہ عنہ سے اس نیزہ کو لے لیا، اس کے بعد خلفاء راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین میں تبرکاً منتقل ہوتا رہا، یہاں تک خلیفہ ثالث رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے وارث عبد اللہ رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا، اور اس کی شہادت تک ان کے پاس موجود تھا۔

وہ جس بے جگری کے ساتھ بدر میں لڑے، اس کا اندازہ صرف اس سے ہو سکتا ہے کہ انکی تلوار میں دندانے پڑ گئے تھے، تمام جسم زخموں سے چھلنی ہو گیا تھا، خصوصاً ایک زخم اس قدر کاری تھا کہ وہاں پر ہمیشہ کے لئے گڑھا پڑ گیا تھا، حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ہم ان میں انگلیاں ڈال کر کھیلا کرتے تھے۔

معرکہ بدر میں آپ ﷺ زرد عمامہ باندھے ہوئے تھے، رسول اللہ ﷺ نے

فرمایا:

"إِنَّ الْمَلَائِكَةَ نَزَلَتْ عَلَى سَيِّمَاءِ الزُّبَيْرِ"

کہ آج ملائکہ بھی اس وضع (صورت) میں آئے ہیں۔

اسی کے بارے میں آپ کے عامر بن صالح بن عبد اللہ بن الزبیر فرماتے

ہیں:

جَدِّي ابْنُ عَمَّةٍ أَحْمَدٍ وَوَزِيرُهُ... عِنْدَ الْبَلَاءِ وَقَارِسُ الشَّقَرَاءِ

وَعَدَاةٌ بَدْرٍ كَانَ أَوَّلَ قَارِسٍ... شَهِدَ الْوَعْيَ فِي اللَّامَةِ الصَّفَرَاءِ

نَزَلَتْ بِسَيِّمَاءِ الْمَلَائِكَةِ نُصْرَةً... بِالْحَوْضِ يَوْمَ تَأَلَّبِ الْأَعْدَاءُ

غزوہ خندق کے دوران حضور علیہ السلام نے فرمایا:

"مَنْ يَأْتِنِي بِخَبَرِ الْقَوْمِ؟"

کہ کون کفار کے حالات معلوم کر کے لائے گا؟

تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں جاؤں گا، حضور علیہ السلام نے پھر فرمایا، تو آپ رضی اللہ عنہ نے

پھر فرمایا کہ میں، پھر اسی طرح تیسری مرتبہ بھی آپ رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے، تو حضور علیہ السلام

نے فرمایا:

"إِنَّ لِكُلِّ نَبِيٍّ حَافِيًا، وَحَوَارِيَّ الزُّبَيْرِ بْنِ الْعَوَّامِ"

کہ ہر نبی کا ایک خاص دوست ہوتا ہے اور میرا خاص

دوست زبیر ہے۔

اسی طرح آپ رضی اللہ عنہ نے زبیر رضی اللہ عنہ کے جانبازی کو دیکھ فرمایا:

"إِزْمِ فِدَاكَ أَبِي وَأُمِّي"

کہ مارو میرے ماں باپ آپ پر قربان ہو جائے۔

نوٹ: یہ جملہ آپ ﷺ نے صرف آپ اور سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہما کے لئے استعمال کیا ہے، یہ سعادت اور کسی کو حاصل نہیں ہے۔

العرض حضور ﷺ کے تمام زندگی، تمام غزوات میں آپ پر فداء ہوتے رہے، انہی قربانیوں کو سراہتے ہوئے حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

أَقَامَ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ وَهَدْيِهِ... حَوَارِيُّهُ وَالْقَوْلُ بِالْفِعْلِ يُعَدُّ

أَقَامَ عَلَى مِنْهَا جِهَ وَطَرِيقَهُ... يُؤَالِي وَلِيَّ الْحَقِّ وَالْحَقُّ أَعْدَلُ

هُوَ الْفَارِسُ الْمَشْهُورُ وَالْبَطْلُ الَّذِي... يَصُولُ إِذَا مَا كَانَ يَوْمٌ مُحَجَّلُ

إِذَا كَشَفَتْ، عَنْ سَاقِهَا الْحَرْبُ حَشَّهَا... بِأَبْيَضِ سَبَاقٍ إِلَى الْمَوْتِ يَرْقُلُ

وَأِنْ أَمْرًا كَانَتْ صَفِيَّةُ أُمِّهِ... وَمِنْ أَسَدٍ فِي بَيْتِهَا لَمَوْثَلُ

لَهُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ قُرْبَى قَرِيبَةً... وَمِنْ نُصْرَةِ الْإِسْلَامِ مَجْدٌ مُؤَثَّلُ

فَكَمْ كُرْبَةٍ ذَبَّ الزُّبَيْرُ بِسَيْفِهِ... عَنِ الْمُصْطَفَى وَاللَّهُ يُعْطِي فَيَجْزِلُ

ثَنَاؤُكَ خَيْرٌ مِنْ فَعَالٍ مَعَاشِر... وَفَعَلْتَ يَا بَنَ الْهَاشِمِيَّةِ أَفْضَلُ

اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کے بارے میں فرمایا:

"إِنَّ الزُّبَيْرَ رُكْنٌ مِنْ أَرْكَانِ الدِّينِ."

کہ زبیر رضی اللہ عنہ دین کے ارکان میں سے ایک رکن ہے۔

خود اپنے بیٹے عبداللہ رضی اللہ عنہ کو وصیت کی تھی:

"مَا مِنِّي عُضْوٌ إِلَّا قَدْ جَرِحَ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى انْتَهَى ذَلِكَ إِلَى فَرْجِهِ."

کہ میرا ہر عضو اور اندام رسول اللہ ﷺ کے ساتھ زخمی ہوا ہے حتیٰ کہ اندام مخصوصہ بھی۔

حضور ﷺ کے وفات کے بعد بھی ساری زندگی جہاد میں گزاری۔ جب عمر فاروق رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو آپ رضی اللہ عنہ نے اُن سے اجازت لے کر شامی زرم گاہ میں شریک ہوئے اس وقت یرموک کے میدان میں ملک شام کی قسمت کا آخری فیصلہ ہو رہا تھا، جنگ کے دوران لوگوں نے کہا اگر آپ حملہ کر کے غنیم کے قلب میں گھس جائیں تو ہم بھی آپ کا ساتھ دیں، حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ تم لوگ میرا ساتھ نہیں دے سکتے، لوگوں نے عہد کیا، تو آپ رضی اللہ عنہ نے اس زور سے حملہ کیا کہ رومی فوج کا قلب چیرتے ہوئے تنہا اس پار سے اُس پار نکل گئے اور کوئی رفاقت نہ کر سکا، پھر واپس لوٹے تو رومیوں نے گھوڑے کی باگ پکڑ لی، اور نرغہ کر کے سخت زخمی کیا، گردن پر دو زخم اس قدر کاری تھے کہ اچھے ہونے کے بعد بھی گڑھے باقی رہ گئے تھے، عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ بدر کے زخم کے بعد یہ دوسرا زخم کا گدھا تھا جس میں بچپن میں ہم انگلیاں ڈال کر کھیلا کرتے تھے۔

غرض ان ہی حیرت انگیز جانبازیوں کا نتیجہ تھا کہ رومیوں کی ٹڈی دل فوج بھاگ کھڑی ہوئی، اور فرزند ان تو حید تمام ملک شام کے وارث بن گئے۔

فسطاط کی فتح میں عظیم الشان فدا یا نہ کارروائی

فتح شام کے بعد حضرت عمر بن العاص رضی اللہ عنہ کی سرگردگی میں مصر پر حملہ ہوا، انہوں نے چھوٹے چھوٹے مقامات کو فتح کرتے ہوئے فسطاط کا محاصرہ کر لیا اور قلعہ کی مضبوطی، نیز مجاہدین کی قلت دیکھ کر دربار خلافت سے مدد طلب کی، امیر المؤمنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے چار ہزار مجاہدین اور چار کمانڈر بھیجے اور خط میں لکھا کہ ان کمانڈروں میں سے ہر کمانڈر ہزار ہزار سوار کے برابر ہے، انہی کمانڈروں میں ایک حضرت زبیر رضی اللہ عنہ بھی تھے، ان کا جوڑ تہ تھا اس کے لحاظ سے عمرو رضی اللہ عنہ نے ان کو افسر اور کمانڈر بنایا اور محاصرہ وغیرہ کے انتظامات ان کے ہاتھ میں دیئے، انہوں نے گھوڑے پر سوار ہو کر خندق کے چاروں طرف چکر لگایا اور جہاں جہاں مناسب تھا مناسب تعداد کے ساتھ سوار اور پیادے متعین کئے، اس کے ساتھ منجنیقوں سے پتھر برسائے شروع کر دیئے، اس پر پورے سات مہینے گزر گئے لیکن فتح اور شکست کا کچھ فیصلہ نہ ہوا، حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے ایک دن تنگ آ کر فرمایا:

"إِنِّي أَهْبُ نَفْسِي لِلَّهِ، أَرْجُو أَنْ يَفْتَحَ اللَّهُ بِذَلِكَ عَلَى الْمُسْلِمِينَ"

میں اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے لئے ہبہ یعنی ان کے دین پر فدا کیا، شاید اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو اس قربانی کی وجہ سے فتح نصیب فرمائے۔

یہ کہہ رنگی تلوار ہاتھ میں لی اور ایک مضبوط سیڑھی لگا کر قلعہ کی فصیل پر چڑھ گئے اور ساتھیوں سے فرمایا کہ جب میں اللہ اکبر کہوں تو تم بھی ایک آواز سے اللہ اکبر

کہنا، حضرت زبیر رضی اللہ عنہ جب قلعہ کے فصیل پر کھڑے ہوئے تو بلند آواز سے کہنے لگا: اللہ اکبر! اللہ اکبر! باقی مجاہدین نے بھی ایک ساتھ تکبیر کے نعرے بلند کئے، عیسائی یہ سمجھ کر کہ مسلمان قلعہ کے اندر گھس آئے، بدحواس ہو کر بھاگے، ادھر حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے اپنے آپ کو قلعہ کے اندر ڈال دیا، اس کے بعد مجاہدین بھی سیڑھی پر چڑھ کر قلعہ کے اندر اتر گئے اور دروازہ کھول دیا، تمام مجاہدین اندر گھس آئیں، مقوقس حاکم مصر نے یہ دیکھ صلح کی درخواست کی اور اسی وقت سب کو امان دے دی گئی۔

نوٹ: اپنے آپ کو ہزاروں کفار کے بیچ میں ڈالنا کیا یہ فدائی اور استشہادی حملہ نہیں ہے؟ کیا اس میں موت یقینی نہیں تھی؟ کیوں نہیں؟ اس لئے ثابت ہوا کہ فدائی حملہ خود بے شمار صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے کئے ہیں۔ جو کہ قربانی اور عشق کا اعلیٰ مقام ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی قبول کر کے اپنے دین پر فداء فرمائے، اور انہیں جنت الفردوس الٰہی میں اعلیٰ مقامات عطا فرمائے۔ آمین یا رب العالمین۔

جس دھج سے کوئی مقتل میں گیا وہ شان سلامت رہتی ہے
یہ جان تو آنی جانی ہے اس جان کی تو کوئی پروا نہیں
جان دی ، دی ہوئی اسی کی تھی
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا۔



سیدنا ابو طلحہ رضی اللہ عنہ

سیدنا ابو طلحہ رضی اللہ عنہ

نام و نسب:

زید نام، ابو طلحہ کنیت، خاندان نجار کی شاخ عمرو بن مالک سے ہیں۔
صحابت دراصل نام ہی فدا یت و فدا یت فی اللہ و فی الرسول کا ہے۔ اسلام
قبول کرنے کے بعد بس یہی تمنیٰ اور آرزو ہوتا کہ کب اور کس طرح اسلام اور پیغمبر اسلام
ﷺ پر فدا ہو جائے، یہی وجہ ہے کہ اکثر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے بارے میں
محدثین کرام درجہ ذیل جملے ارشاد فرماتے ہیں، جیسا کہ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کے بارے
میں بھی فرماتے ہیں:

"وَشَهِدَ بَدْرًا، وَأُحُدًا، وَالْخَنْدَقَ، وَالْمَشَاهِدَ كُلَّهَا

مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ"

کہ غزوہ بدر، اُحد، خندق اور تمام معرکوں میں رسول اللہ

ﷺ کے ساتھ شریک ہوئے ہیں۔

بلکہ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں آتا ہے:

"كَانَ أَبُو طَلْحَةَ لَا يَكَاذُ يَصُومُ فِي عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ أَجْلِ الْغَزْوِ، فَلَمَّا ثَوَّفَ

رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَارَ أَيْتُهُ مَفْطَرًا إِلَّا يَوْمَ

فِطْرٍ وَأَصْحَى"

کہ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک

میں جہاد اور غزوات میں شرکت کی وجہ سے نفلی روزے بہت کم رکھتے تھے (تاکہ جہاد میں خلل واقع نہ ہو) پھر رسول اللہ ﷺ کے وفات کے بعد صرف عیدین کے علاوہ باقی روزے رکھتے تھے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"أَنَّهُ - يَعْنِي أَبَا طَلْحَةَ - سَرَدَ الصَّوْمَ بَعْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرْبَعِينَ سَنَةً."

کہ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ کے وفات کے بعد لگاتار چالیس سال روزے رکھے۔

بلکہ جب آپ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے ساتھ اکیلے ہو جاتے تو گھٹنوں کے بل بیٹھتے تھے اور فرمایا کرتے تھے:

"يَا نَبِيَّ اللَّهِ نَفْسِي لِنَفْسِكَ الْفِدَاءُ، وَوَجْهِي لَوَجْهِكَ الْوَقَاءُ"

میری جان آپ کی جان پر قربان اور میرا چہرہ آپ کے چہرے کا سپر ہو۔

اس سے بڑھ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ اپنے آپ کو رسول اللہ ﷺ کے خدمت کے لئے پیش کرتے تھے، علماء آپ کے بارے میں لکھتے ہیں:

"وَكَانَ أَبُو طَلْحَةَ يَشُورُ نَفْسَهُ بَيْنَ يَدَيْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيَقُولُ: إِنِّي جَلْدُ يَا رَسُولَ اللَّهِ، فَوَجَّهْنِي فِي حَوَائِجِكَ، وَمُرْنِي بِمَا شِئْتَ"

کہ حضرت ابوطحہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے محضر میں اپنی طاقت کا اظہار کرتے تھے، اور فرماتے تھے کہ اے اللہ کے رسول ﷺ میں خوب قوی ہوں لہذا مجھے اپنے حاجات کے لئے بھیج دو، اور مجھے اپنی مرضی کے مطابق حکم جاری فرما کر۔

تمام غزوات میں امتیازی شان کے ساتھ شریک ہوئے ہیں، لیکن غزوہ اُحد میں انتہائی جانثاری و فدویت کا مظاہرہ فرمایا ہے، جب مشرکین نے یکبارگی حملہ کیا تو حالات کی شدت کی وجہ سے بڑے بڑے بہادروں کے قدم اکھڑ گئے تھے، لیکن حضرت ابوطحہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے آگے ڈھال آڑ کئے سینہ تانے کھڑے تھے کہ آپ ﷺ کی طرف جو تیر آئے اس کا آماجگاہ خود بنیں، اور نہایت جوش میں یہ شعر پڑھ رہے تھے:

"يَا نَبِيَّ اللَّهِ نَفْسِي لِنَفْسِكَ الْفِدَاءُ، وَجُوهِي لَوُجُوهِكَ الْوِقَاءُ"

میری جان آپ کی جان پر قربان اور میرا چہرہ آپ کے چہرے کا سپر یعنی ڈھال ہو۔

اور تیردان میں سے تیر نکال کر ایسا جوڑ کر مارتے کہ مشرکوں کے جسم میں پیوست ہو جاتا۔ بڑے تیر انداز تھے، اس روز دو یا تین کمائیں توڑ ڈالیں، جو شخص ترکش لئے ادھر سے گزرتا، نبی کریم ﷺ اس سے یہ فرماتے:

"انْزُهَا لِأَبِي طَلْحَةَ"

یہ ترکش ابوطحہ کے لئے ڈال جاؤ۔

جب رسول اللہ ﷺ تماشا دیکھنے کے لئے سر مبارک اٹھاتے تو حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ حفاظت کے لئے سامنے آ جاتے اور کہتے:

"يَا نَبِيَّ اللَّهِ يَا بَابِي أَنْتَ وَ أَهْبَى لَا تَشْرِفُ لَا يَصْنِيكَ سَهْمٌ
نَحْرِي ذُوْنَ نَحْرِكَ"

میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ آپ نظر نہ اٹھائیں
کہیں تیرا آپ کو نہ لگے، میرا سینہ آپ کے سینہ کے لئے سپر
ہے۔

اس جاٹاری اور سرفروشی سے خوش ہو کر حضور ﷺ نے فرمایا:

"صَوْتُ أَبِي طَلْحَةَ فِي الْجَيْشِ خَيْرٌ مِنْ مِائَةٍ"

کہ لشکر میں ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کی آواز سو آدمی سے بہتر ہے۔

اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں:

"لَصَوْتُ أَبِي طَلْحَةَ فِي الْجَيْشِ خَيْرٌ مِنْ أَلْفِ رَجُلٍ"

کہ لشکر میں ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کی آواز ایک ہزار لوگوں سے بہتر

ہے۔

بعض میں لفظ "فِيَّة" آیا ہے۔

بہر حال انتہائی جوان مردی سے آپ ﷺ کا دفاع کرتا رہا، اپنے ہاتھ سے

دشمنوں کے وار روکتے روکتے ہاتھ شل ہو گیا تھا۔

غزوہ حنین میں حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے شجاعت کے خوب جوہر دکھائے

۔ نبی السیف ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"مَنْ قَتَلَ قَتِيلًا فَلَهُ سَلْبُهُ"

کہ جو شخص جس آدمی کو مارے اس کے سارے اسباب اُسی کے ہوں گے۔

تو روایت میں آتا ہے:

"فَقَتَلَ أَبُو طَلْحَةَ يَوْمَئِذٍ عَشْرِينَ رَجُلًا وَأَخَذَ أَسْلَابَهُمْ"

کہ ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے اس دن بیس آدمی مار کر ان کے سامان کو حاصل کیا۔

شہادت کا عجیب قصہ:

ایک دن سورہ توبہ تلاوت فرما رہے تھے۔ جب اس آیت {انْفِرُوا خِفَافًا وَثِقَالًا} پر پہنچے تو ولولہ جہاد تازہ ہوا، گھروالوں سے فرمانے لگے:

"أَرَى رَبِّي يَسْتَغْفِرُنَا شِوْخَنَا وَشَبَابَنَا، جَهِّزُونِي أَيُّ

بَنِي، جَهِّزُونِي"

میرے رب نے بوڑھے اور جوان سب پر جہاد فرض کیا

ہے، (میں جہاد میں جانا چاہتا ہوں) لہذا سفر کا انتظام کرو

، سفر کا انتظام کرو۔

گھروالوں نے کہا:

"يَرْحَمُكَ اللَّهُ قَدْ غَزَوْتَ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَعَ أَبِي بَكْرٍ وَعُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا وَنَحْنُ نَغْزُو عَنْكَ،"

کہ اللہ تعالیٰ آپ رحم فرمائے، آپ نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ جہاد کیا اور ابوبکر و عمر کی معیت میں جہاد کیا، اب ہم آپ کی طرف سے جہاد کریں گے۔

حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ بھلا کب رک سکتے تھے۔ شہادے کا شوق ان کو اپنی طرف کھینچ رہا تھا، آپ نے فرمایا:

"لَا، جَهِّزُونِي."

نہیں، میرے سفر کا انتظام کرو۔

گھر والوں نے چاونا چار سفر کا سامان درست کیا، اور یہ ستر برس کا بوڑھا مجاہد خدا کا نام لیکر چل پڑا۔ غزوہ بحری تھا اور اسلامی بیڑا روانہ ہونے والا تھا۔ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ جہاز پر سوار ہوئے اور گزوہ کے منتظر تھے کہ ساعت مقررہ آپہنچی اور ان کی روح عالم قدس کو پرواز کر گئی۔ بحری سفر تھا۔ زمین کہی نظر نہ آتی تھی، ہوا کے جھونکے جہاز کو غیر معلوم سمت میں لئے جا رہے تھے، اس مجاہد فی سبیل اللہ کی لاش غربت کی حالت میں جہاز کے تختہ پر بے گور و کفن پڑی رہی، آخر ساتویں روز جہاز خشکی پر پہنچا۔ اس وقت لوگوں نے لاش کو ایک جزیرہ میں اتر کر دفن کیا، لاش مبارک بعینہ صحیح و سالم تھی۔

ساری عمر جہاد کا نام منہ پر نہ لانے والوں کے لئے لمحہ فکریہ !!!

عبداللہ بن مبارک رضی اللہ عنہ کے ایمان افروز اشعار

- يَا عَابِدَ الْحَرَمَيْنِ لَوْ أَبْصَرْتَنَا
لَعَلِمْتَ أَنَّكَ فِي الْعِبَادَةِ تَلْعَبُ
ہے حرمین شریفین کے عابد! اگر آپ ہم مجاہدین کو دیکھ لیں،
تو آپ جان لیں گے کہ آپ تو عبادت کے ساتھ کھیل رہے ہیں۔
- مَنْ كَانَ يَخْضِبُ خَدَّهُ بِدُمُوعِهِ
أَوْ كَانَ يَتَعَبُ خَيْلَهُ فِي بَاطِلٍ
اگر آپ کے آنسو آپ کے رخساروں کو تر کرتے ہیں،
اور لوگوں کے گھوڑے فضول کاموں میں تھکتے ہیں،
- فَنُحُورُنَا بِدِمَائِنَا تَتَخَضَّبُ
فَنُحُورُنَا يَوْمَ الصَّبِيحَةِ تَتَعَبُ
مگر ہمارے گھوڑے تو حملے کے دن تھکتے ہیں۔
رُحُجُ السَّنَابِكِ وَالْغُبَارُ الْأَطْيَبُ
گھوڑے کے کھروں سے اڑنے والی مٹی اور اللہ
تعالیٰ کے راستے کا پاک غبار ہے۔
- وَلَقَدْ أَتَانَا مِنْ مَقَالِ نَبِيِّنَا
قَوْلٌ صَوِيحٌ صَادِقٌ لَا يَكْذِبُ
ہم آپ کو اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک فرمان
ایسا فرمان جو بلاشبہ درست اور سچا ہے۔
- لَا يَسْتَوْجِ غُبَارُ خَيْلِ اللَّهِ فِي
أَنْفِ امْرِئٍ وَذُخَانُ نَارٍ تَلْهَبُ
جمع نہیں ہو سکتی، اللہ تعالیٰ کے راستے کی مٹی
اور جہنم کی بھڑکتی آگ کسی شخص کی ناک میں۔
- هَذَا كِتَابُ اللَّهِ يَنْطِقُ بَيْنَنَا
لَيْسَ الشَّهِيدُ بِمَيِّتٍ لَا يَكْذِبُ
یہ اللہ تعالیٰ کی کتاب ہمارے درمیان اعلان فرما رہی ہے
کہ شہید مردہ نہیں ہوتا، یہ فرمان بلاشبہ سچا ہے۔

عمر و بن

جموح رضی اللہ عنہ

عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ

نام و نسب: عمرو نام ہے خزرج کے خاندان سلمہ سے ہے۔

وفد بنی سلمہ جب نبی کریم ﷺ کو آیا، تو اسلام لانے کے بعد آپ ﷺ نے اُن سے فرمایا:

"يَا بَنِي سَلَمَةَ، مَنْ سَيِّدُكُمْ؟"

کہ اے بنی سلمہ تمہارا سردار کون ہوگا؟

تو انہوں نے عرض کیا:

"جَدُّ بَن قَيْسٍ، عَلَيَّ أَنَا نَبِيَّخْلَه"

کہ جد بن قیس ہوگا، لیکن وہ بخیل ہے۔

تو آپ ﷺ نے فرمایا:

"وَأَيُّ دَاءٍ أَذْوَى مِنَ الْبُخْلِ، بَلْ سَيِّدُكُمْ الْأَبْيَضُ"

عَمْرُو بْنُ الْجَمُوحِ"

کہ بخل سے کون سی بیماری بڑھ کر ہے، بلکہ تمہارا سردار

سفید عمرو بن جموح ہیں۔

چونکہ عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ انتہائی سخی تھے، جب کوئی سائل آپ سے سوال

کرنے آتا تو فرماتے تھے، کہ لے لو (مال وغیرہ) کل پھر آجائے گا۔ اسی وجہ سے رسول

اللہ ﷺ نے آپ کا انتخاب کیا۔ اسی کے بارے میں یہ اشعار ہیں:

وَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ وَالْقَوْلُ قَوْلُهُ... لِمَنْ قَالَ مِمَّا مَنْ تُسَمُّونَ سَيِّدًا

فَقَالُوا لَهُ: جَدُّ بْنُ قَيْسٍ عَلَى النَّبِيِّ... نُبَحِّلُهُ مِنْهَا وَإِنْ كَانَ أَسْوَدًا
فَسَوْدَ عَمْرَوِ بْنِ الْجُمُوحِ لِحُودِهِ... وَحَقَّ لَعْمُرُو بِاللَّيْثِيِّ أَنْ يُسَوِّدَا
فَلَوْ كُنْتَ يَا جَدُّ بْنُ قَيْسٍ عَلَى النَّبِيِّ... عَلَى مِثْلِهَا عَمْرُو لَكُنْتَ الْمُسَوِّدَا
اسلام لانے کا قصہ

چونکہ آپ بنی سلمہ کے رئیس تھے اس کے علاوہ مذہبی عزت بھی حاصل تھی یعنی
بت خانے کے متولی تھے۔ لکڑی کا ایک بت بنا کر گھر میں رکھ لیا تھا جس کا نام مناف
تھا، وہ اس کی بے حد تعظیم کرتے تھے۔ اسی زمانہ میں سرزمین مکہ میں اسلام کا غلغلہ بلند
ہوا تو مدینہ کے چھ لوگ اس کو لبیک کہنے کے لئے مکہ پہنچے اور عقبہ ثانیہ میں مسلمان ہو کر
واپس آئے، اس جماعت میں آپ رضی اللہ عنہ کے بیٹے معاذ رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے یعنی انہ
بھی ایمان لایا تھا۔

یہ لوگ مکہ سے واپس آئے تو شہر کا گوشہ گوشہ تکبیر کے نعروں سے گونج اٹھا۔ بنو
سلمہ کے چند نوجوانوں نے جو مسلمان ہو چکے تھے باہم مشورہ سے یہ طے کیا کہ کسی
صورت میں عمرو رضی اللہ عنہ کو مسلمان بنایا جائے۔ ان کے بیٹے نے اس میں خاص کوشش کی،
چنانچہ کچھ دنوں کے ان کا یہ مشغلہ رہا کہ رات کو معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ وغیرہ کو ہمراہ لے کر
مکان آتے اور گھر والوں کو سوتا پا کر بت کو اٹھالاتے اور باہر کسی گڑھے میں پھینک دیتے
تھے، صبح کو اٹھ کر عمرو رضی اللہ عنہ سخت برہم ہوتے اور اپنے خدا کو اٹھا کر اندر لے جاتے،
نہلاتے اور خوشبو مل کر پھر وہیں رکھ دیتے۔ کبھی بار ایسا ہوا، آخر تنگ آ کر ایک دن بت کی
گردن میں تلوار لٹکائی اور کہا کہ مجھے تو پتہ نہیں ورنہ ان لوگوں کی خود خبر لیتا اگر تم کچھ

کر سکتے ہو تو کرو یہ تلوار موجود ہے، ان لڑکوں نے اب ایک اور چال سوچھی، رات آ کر بت اٹھایا، گردن سے تلوار علیحدہ کیا اور اس میں سے ایک مرے ہوئے کتے کو باندھ کر ایک ایسے کنویں میں ڈال دیا جس میں لوگ گندگی پھینکتے تھے۔ عمرو رضی اللہ عنہ نے یہ کیفیت دیکھی تو بجائے اس کے کہ اپنے معبود کی توہین پر غصہ ہوتے راہ، راست پر آگئے، چشم ہدایت روشن ہو گئی اور اسی وقت اسلام قبول کر لیا۔

قدیم جہالت، بت کا قصہ اور اچانک اسلام کی توفیق ان واقعات کو انہوں نے خود اشعار میں بیان فرمایا ہے:

وَاللّٰهِ لَوْ كُنْتُ اِلٰهًا لَمْ تَكُنْ ... اَنْتَ وَكَلْبٌ وَسَطٌ بِنْرِ فِي قَدْرٍ
اُفٍّ لِّمُلْقَاكَ اِلٰهًا مُّسْتَدَنٌ ... اَلْاَنَ فَعَشْنَاكَ عَنْ سُوءِ الْعَبْنِ
الْحَمْدُ لِلّٰهِ الْعَلِيِّ ذِي الْمَنِّ ... الْوَاهِبِ الرَّزَّاقِ دَيَّانِ الدِّينِ
هُوَ الَّذِي اَنْقَذَنِي مِنْ قَبْلِ اَنْ ... اَكُوْنَ فِي ظُلْمَةٍ قَبْرِ مُرْتَهَنٍ
غزوات میں شرکت اور شہادت:

غزوہ بدر کی شرکت میں اختلاف ہے، بعض علماء کے نزدیک شریک ہوئے ہیں، لیکن صحیح ہے کہ شریک نہ تھے چونکہ پیر میں چوٹ (لنگ) تھی اور لنگ بھی معمولی نہ تھی بلکہ شدید تھی، چار بیٹے تھے جو ہر غزوہ میں رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ تھے، انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے حکم سے منع کیا کہ ایسی صورت میں جہاد فرض نہیں۔ یہی وجہ تھی کہ جب غزوہ اُحد کا وقت آیا تو بیٹوں نے منع کیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"مَنْعَتُمُونِي الْجَنَّةَ بِبَذْرِ، وَاللَّهِ لَأَنْ لَقِيتُ"

کہ تم نے مجھے بدر میں بھی جنت سے روکا، اللہ کی قسم اگر
میرا اس بار جنگ کے دوران کفار کے ساتھ آنا سامنا ہوا
(تو جنت میں جاؤں گا جیسا کہ ایک روایت میں ہے)

یہ بات جب عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو پہنچی تو عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا کہ تم نے ایسا
ایسا کہا ہے، تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہاں میں نے کہا ہے، عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں
کہ جب اُحد کا دن آیا مجھے اور کوئی فکر نہ تھی سوا اس کے کہ عمر بن جموح رضی اللہ عنہ کیا کرے
گے۔ فرماتے ہیں:

"فَطَلَبْتُهُ، فَإِذَا هُوَ فِي الزَّعِيلِ الْأَوَّلِ"

کہ میں نے اسے تلاش کیا تو صفِ اول میں پایا۔

بہر حال جب بیٹوں نے منع کیا تو رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور فرمایا کہ
اے اللہ کے رسول ﷺ کیا میں اس لنگڑے پاؤں سے جنت میں جاؤں گا؟ تو آپ
ﷺ نے فرمایا کہ ہاں (جاؤ گے)، تو آپ ﷺ نے بھی اسے فرمایا کہ آپ اللہ تعالیٰ کے
نزدیک معذور ہیں، لیکن شوقِ شہادت بھی ایک چیز ہوتی ہے، آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"وَاللَّهِ إِنِّي لَأَرْجُو أَنْ أَطَابِعَ جَنَّتِي هَذِهِ فِي الْجَنَّةِ"

اللہ کی قسم اُمیدِ واثق رکھتا ہوں کہ اسی لنگ کر ساتھ جنت
کی زمین کو جا کر روندوں۔

آپ ﷺ سمجھ گئے کہ یہ عاشقِ صادق بھلا کب رکنے والے ہیں، اس لئے

آپ ﷺ نے بیٹوں کا مخاطب کر کے فرمایا:

"لَا عَلَيْكُمْ أَنْ لَا تَمْنَعُوهُ لَعَلَّ اللَّهَ أَنْ يَرْزُقَهُ الشَّهَادَةَ"

کہ کیا حرج ہے اگر تم ان کو نہ روکو، شاید اللہ تعالیٰ ان کو شہادت نصیب فرمائے۔

چنانچہ جہاد کے لئے نکلے، اور مدینہ سے چلتے وقت قبلہ رو ہو کر یہ دعا مانگی:

"اللَّهُمَّ ارْزُقْنِي الشَّهَادَةَ، وَلَا تَرُدَّنِي إِلَى أَهْلِي

خَائِبًا"

اے اللہ مجھ کو شہادت نصیب فرما اور گھر والوں کی طرف

نامراد واپس نہ کر۔

دعا چونکہ خلوص کی تھی، مقبول ہوئی۔ لڑائی کی شدت کے وقت جب مسلمان

منتشر ہونے لگے تو حضرت عمرو بن الجموح رضی اللہ عنہ اپنے بیٹے خلاۃ رضی اللہ عنہ کو لے کر مشرکین

پر حملہ کیا اور اس قدر پامردی سے لڑے کہ دونوں باپ بیٹوں نے شہادت پائی اور حضرت

عمرو بن الجموح رضی اللہ عنہ اپنے لنگڑے پیر کے ساتھ جنت میں لنگڑاتے ہوئے پہنچ گئے، انا للہ

وانا الیہ راجعون۔

آنحضرت ﷺ ان کی طرف سے گزرے تو دیکھا کہ شہید پڑے ہوئے ہیں

۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

"وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ إِنَّ مِنْكُمْ لَمَنْ لَوْ أَقْسَمَ عَلَى اللَّهِ

لَا بُرَّهٖ مِنْهُمْ عَمْرُو بْنُ الْجَمُوحِ. وَلَقَدْ رَأَيْتُهُ يَطَّافِي
الْجَنَّةَ بَعَزَ جَنَّتِهِ.

قسم ہے اس ذاتِ پاک کی جس کے قبضہ میں میری جان
ہے البتہ تم میں بعض ایسے لوگ بھی ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ پر
قسم کھا بیٹھیں تو اللہ ان کی قسم کو ضرور پورا کرے۔ ان میں
سے عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ بھی ہیں۔ البتہ تحقیق میں نے ان
کو اسی لنگ کے ساتھ جنت میں چلتا ہوا دیکھا ہے۔

بعض روایتوں میں آتا ہے کہ اس کے بدلے ان کو وہاں صحیح و سالم پیر دیا گیا
ہے۔ کفار نے آپ کا مثلہ کیا ہوا تھا لوگوں نے جسم کی طوالت اور رنگ سے پہچانا۔ بعد
میں بیوی نے اونٹ پر لا کر جب گھر کی طرف روانہ کرنا چاہا تو اونٹ بیٹھ جاتا، رسول اللہ
ﷺ سے معلوم کرنا چاہا تو آپ نے فرمایا کہ عمرو رضی اللہ عنہ نکلتے وقت کیا کہا تھا اس نے کہا کہ
یہ دعا کیا تھا کہ مجھے شہادت نصیب کر کے اپنے اہل کو واپس مت کر دے، تو آپ
ﷺ نے فرمایا یہ اس دعا کی وجہ ہے، پھر عبد اللہ بن عمرو والد جابر رضی اللہ عنہ کو اور آپ
رضی اللہ عنہ کو ایک قبر میں دفن کیا گیا۔

چھتالیس سال بعد سیلاب کی وجہ سے قبر کھودا گیا بالکل صحیح و سالم اور تروتازہ
نرم تھے جیسا کہ اب دفن کئے گئے ہوں۔

لمحہ فکر یہ !!!

تمام کلمہ گو اور خاص کر مدعیانِ عشق نبی ﷺ اور وراثتِ پیغمبری کے

دعویداران جو عمر بھر جہاد کا نام نہیں لیتے اور بزودی کو حکمت کے لباس میں لپیٹ کر اپنے آپ کو ایک طرف کر کے مظلوم امت کے آہوں اور بکاؤں سے بالکل بے خبر ہیں ان کو چاہئے کہ وہ حضرت عمرو رضی اللہ عنہ کے لنگ پاؤں اور شوق شہادت سے عبرت حاصل کریں۔!!!

یہ غازی یہ تیرے پراسرار بندے	جنہیں تو نے بخشا ہے ذوقِ خدائی
دو نیم ان کی ٹھوکر سے صحرا و دریا	سمٹ کر پہاڑ ان کی ہیبت سے رائی
دو عالم سے کرتی ہے بیگانہ دل کو	عجب چیز ہے لذتِ آشنائی
شہادت ہے مطلوب و مقصودِ مومن	نہ مالِ غنیمت ، نہ کشور کشائی
خیاباں میں ہے منتظر لالہ کب سے	قبا چاہیے اس کو خونِ عرب سے

اسی طرح ایک اور جگہ فرماتے ہیں:

خدائے لم یزل کا دست قدرت تو، زبان تو ہے	یقین پیدا کر اے غافل کہ مغلوب گماں تو ہے
پرے ہے چرخِ نیلی فام سے منزل مسلمان کی	ستارے جس کی گردِ راہ ہوں، وہ کارواں تو ہے
یہ نکتہ سرگزشتِ ملتِ بیضا سے ہے پیدا	کہ اقوامِ زمینِ ایشیا کا پاسبان تو ہے
سبق پڑھ پھر صداقت کا، عدالت کا، شجاعت کا	لیا جائے گا تجھ سے کام دنیا کی امامت کا

انس بن نضر رضی اللہ عنہ

انس بن نصر رضی اللہ عنہ

نام و نسب:

انس نام والد کا نام نصر ہے اور نجار خاندان سے ہیں۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے چچا ہیں۔

آپ رضی اللہ عنہ کے بارے میں خصوصی طور پر حضور ﷺ نے ایک ارشاد فرمایا ہیں، اور قرآن پاک کا آیت مبارک بھی نازل ہوئی ہے جو کہ تاقیامت امت مسلمہ اس کو تلاوت کرتے رہیں گے۔

حدیث کا قصہ یوں ہوا کہ آپ رضی اللہ عنہ کے بہن حضرت زینب بنت نصر نے ایک مرتبہ انصار کی ایک عورت کو پیڑ مار کر ان کی دانت توڑ دیا تو اس کی قوم نے حضور ﷺ کو شکایت کی، حضور ﷺ نے قصاص (یعنی بدلے میں دانت توڑنے) کا فیصلہ کیا۔ تو حضرت انس بن نصر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَتُكْسِرُ سِنَّ الرَّبِيعِ؟ لَا وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ نَبِيًّا لَا تُكْسِرُ سِنَّهَا."

اے اللہ کے رسول ﷺ کیا ربیع کا دانت توڑا جائے گا؟
نہیں اس ذات کی قسم جس نے آپ کو برحق نبی بھیجا اس کا
دانت نہیں توڑا جائے گا۔

تو آپ ﷺ نے فرمایا:

"يَا اَنَسُ، كِتَابَ اللَّهِ الْقِصَاصُ"

کہ اے انس! اللہ تعالیٰ کی کتاب کا فیصلہ قصاص (یعنی بدلہ لینے کا ہے)

آپ رضی اللہ عنہ نے جس ذات پر اعتماد کر کے قسم کھائی تھی۔ اس نے یہ صورت نکالی کہ لڑکی کے ورثہ کے دلوں میں نرمی پیدا کی اور انہوں نے بھی کہا کہ ہم بدلہ نہیں لیتے بلکہ ہم نے معاف کیا۔ اور ربیع رضی اللہ عنہا قصاص سے بچ گئیں۔ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"إِنَّ مِنْ عِبَادِ اللَّهِ مَنْ لَوْ أَقْسَمَ عَلَى اللَّهِ لَأَبْرَهُ."

کہ اللہ تعالیٰ کے بعض بندے ایسے بھی ہیں کہ جب اللہ پر قسم کھاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کی قسم کو پوری کرتا ہے۔

آپ رضی اللہ عنہ کی جانبازی اور بہادری کے بارے میں آیت کا نزول اور آپ رضی اللہ عنہ کی شہادت:

صحیح بخاری میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میرے چچا انس بن نصر رضی اللہ عنہ کو غزوہ بدر میں شریک نہ ہونے کا بہت رنج تھا، ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ سے کہنے لگے:

"يَا رَسُولَ اللَّهِ غِبْتُ عَنْ أَوَّلِ قِتَالٍ قَاتَلْتُ
الْمُشْرِكِينَ، لَئِنْ اللَّهُ أَشْهَدَنِي قِتَالَ الْمُشْرِكِينَ
لَيَرَيْنَ اللَّهُ مَا أَصْنَعُ"

کہ یا رسول اللہ ﷺ میں پہلے جہاد و قتال جو آپ نے مشرکین سے لڑی شریک نہ ہوا، اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے

آئندہ کسی جہاد میں (مشرکین کے خلاف لڑنے میں)
شریک ہونے کی توفیق دی تو اللہ تعالیٰ دیکھ لے گا کہ میں
اس کی راہ میں کیسی جانبازی اور سرفروشی دکھاتا ہوں۔
بھر جب معرکہ اُحد میں کچھ لوگ شکست کھا کر پیچھے ہٹے تو آپ ﷺ نے

فرمایا:

"اللَّهُمَّ إِنِّي أَعْتَذِرُ إِلَيْكَ مِمَّا صَنَعَ هَؤُلَاءِ، يَعْنِي:
الْمُسْلِمِينَ، وَأَبْرَأُ إِلَيْكَ مِمَّا جَاءَ بِهِ هَؤُلَاءِ، يَعْنِي:
الْمُشْرِكِينَ،"

اے اللہ! میں تیری بارگاہ میں اس فعل سے معافی چاہتا
ہوں جو ان مسلمانوں نے کیا کہ جو میدان سے ذرا پیچھے
ہٹے اور اس سے بری اور بیزار ہوں کہ جو مشرکین نے کیا۔

پھر تلوار لے کر آگے بڑھے، حضرت عمر، طلحہ بن عبید اللہ اور کچھ انصار و
مہاجرین کو دیکھا کہ پریشان بیٹھے ہوئے تھے (یعنی چونکہ کفار نے رسول اللہ ﷺ کے
شہید ہونے کا افواہ پھیلا دی تھی) تو آپ ﷺ نے اُن سے کہا کہ تم کیا کرتے ہو؟ تو
نہوں نے جواب میں کہا کہ رسول اللہ ﷺ شہید ہوئے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا:

"فَمَا تَصْنَعُونَ بِالْحَيَاةِ بَعْدَهُ؟ فَقَوْمُوا فَمُوتُوا عَلَى مَا
مَاتَ عَلَيْهِ رَسُولُ اللَّهِ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ -"

کہ پھر تم آپ ﷺ کے بعد زندگی پر کیا کرتے ہو، پس

اٹھو اور جس راستے پر رسول اللہ ﷺ شہید ہوئے تم بھی
اسی راستے پر شہید ہو جاؤ۔

پھر آگے بڑھے، تو راستے میں سامنے سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ آگئے۔ ان کو دیکھ کر
انس بن نصر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"أَيْنَ يَا سَعْدُ، إِنِّي أَجْدِرِيحَ الْجَنَّةِ ذُونَ أَحَدٍ،"
اے سعد کہاں جا رہے ہو تحقیق میں تو اُحد کے نیچے جنت کی
خوشبو سونگھ رہا ہوں۔

یہ الفاظ کتاب المغازی کی روایت میں ہیں۔ اور کتاب الجہاد کی روایت میں
یہ الفاظ ہیں:

"يَا سَعْدُ بَنَ مُعَاذٍ، الْجَنَّةَ وَرَبِّ النَّصْرِ إِنِّي أَجْدِرِيحَهَا
مِنْ ذُونَ أَحَدٍ"

اے سعد یہ ہے جنت۔ قسم ہے نصر کے پروردگار کی تحقیق
میں جنت کی خوشبو اُحد کے نیچے پارہا ہوں۔

حافظ ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ شانہ بعض مرتبہ اپنے خاص بندوں
کو روحانی طور پر نہیں بلکہ حسی طور پر دنیا ہی میں جنت کی خوشبو سونگھا دیتے ہیں، جس طرح
وہ حضرات حاسہ شامہ سے گلاب اور چنبیلی کی خوشبو سونگھتے ہیں، اسی طرح وہ دنیا میں کبھی
کبھی اللہ تعالیٰ کے فضل سے جنت کی خوشبو سونگھتے ہیں جس کی مہک پانچ سو میل تک پہنچتی
ہے، عجب نہیں کہ حضرت انس بن نصر رضی اللہ عنہ نے حسی طور پر جنت کی خوشبو محسوس فرمائی

جو لوگ نشہ دنیا میں مخمور اور آخرت میں مزکوم (جس کو زکام ہو گیا ہو) ہیں ان کا انکار قابل اعتبار نہیں۔ ایسے لوگ از حوا اولیای بیگانہ انداز کے مصداق ہیں، زکام والے کا گلاب اور چنبیلی کی خوشبو کو نہ محسوس کرنا صحیح الدماغ اور صحیح الحواس پر (جس کی قوت شامہ میلوں ہی سے پھولوں کی خوشبو سونگھتی ہو) کیسے حجت ہو سکتا ہے۔ (سیرت مصطفیٰ از کاندہلوی رحمہ اللہ)

الغرض حضرت انس بن نصر رضی اللہ عنہ "وَاهَا لِرِيحِ الْجَنَّةِ أَجْدُ كُذُونَ أَحَدٍ" (یعنی واہ واہ جنت کی خوشبو اُحد کے پاس پارہا ہوں) یہ کہتے ہوئے آگے بڑھے، اور دشمنوں کا مقابلہ کیا، یہاں تک کہ اپنے آپ کو اللہ کی خاطر قربان کر کے شہید ہوئے۔

حضرت انس بن نصر رضی اللہ عنہ کا بدن مبارک تلواروں، نیزوں اور تیروں کے لگنے سے بالکل چھلنی تھا۔ شمار کیا گیا تو اسی سے اوپر زخم نکلے۔ کفار نے لاش کو مثلہ کر دیا تھا، اسلئے شناخت نہ ہو سکی آپ رضی اللہ عنہ کی بہن ربیع بنت نصر نے اُنکی سے بھائی کی لاش کو پہچانا۔

اللہ! اللہ! کیا عشق ہے! کیا ایمان ہے! اللہ تعالیٰ آپ پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے، آمین، غزوہ اُحد کے متعلق جو آیتیں نازل ہوئیں ان میں حضرت انس بن نصر رضی اللہ عنہ جیسے بزرگوں کی نہایت مدح کی گئی ہے۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"نَرَى هَذِهِ الْآيَةَ نَزَلَتْ فِي أَنَسِ بْنِ النَّضْرِ {مِنْ

الْمُؤْمِنِينَ رَجُلًا صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللَّهَ عَلَيْهِ {
[الأحزاب:]}

کہ یہ آیت میرے چچا انس بن نصر رضی اللہ عنہ کے بارے
میں نازل ہوئی، یعنی اللہ تعالیٰ فرماتے
ہیں: مسلمانوں میں بہت ایسے لوگ ہیں جو اپنے وعدہ
میں بالکل سچے ہیں ان میں سے بعض اپنی قرارداد کو
انجام تک پہنچا چکے ہیں، اور بعض وقت کا انتظار کر
رہے ہیں۔

فائدہ: اس واقعہ سے بھی فدائی حملہ ثابت ہوتا ہے، نہ صرف جائز بلکہ صحابہ
کرام رضی اللہ عنہم کی سنت ہے اور ہر صحابی آسمان کے ستارے کی مانند ہے، جس کی بھی اقتداء
کرنا چاہے کر سکتے ہیں شرعاً اس میں کوئی قباحت یا ممانعت نہیں ہے۔ جیسا کہ امام ابن
القیم رحمہ اللہ زاد المعاد میں غزوہ احد سے مستفاد فوائد کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وَمِنْهَا جَوَازُ الْإِنْعِمَاسِ فِي الْعَدُوِّ، كَمَا أَنْعَمَسَ أَنَسُ
بْنُ النَّضْرِ - رضي الله عنه - وَغَيْرُهُ.

جنگ احد سے جو فوائد حاصل ہوتے ہیں، ان میں ایک
فائدہ یہ ہے کہ حملہ کرنے کے لئے دشمن کی صف کے اندر
داخل ہو جانا جائز ہے۔ جیسا کہ حضرت انس بن النضر
رضی اللہ عنہ وغیرہ نے دشمن کی صف میں داخل ہو کر حملہ کیا۔

اسی طرح حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے بخاری شریف کی شرح میں لکھتے ہیں کہ جمہور علماء کے نزدیک حد سے زیادہ بہادری دکھانے کے لئے یا دشمن پر دہشت طاری کرنے کے لئے مسلمانوں کو کافروں پر حملہ کرنے پر جبری بنانے کے لئے اکیلے آدمی کا دشمن کے بھاری لشکروں پر حملہ کرنا جائز ہے۔ جیسا کہ فتح الباری میں ہے:

وَأَمَّا مَسْأَلَةُ حَمْلِ الْوَاحِدِ عَلَى الْعَدَدِ الْكَثِيرِ مِنَ الْعَدُوِّ فَصَرَاحُ الْجُمْهُورِ بِأَنَّهُ إِنْ كَانَ لِفَرْطِ شَجَاعَتِهِ وَظَنِّهِ أَنَّهُ يُزْهِبُ الْعَدُوَّ بِذَلِكَ أَوْ يُجَرِّئُ الْمُسْلِمِينَ عَلَيْهِمْ أَوْ نَحْوِ ذَلِكَ مِنَ الْمَقَاصِدِ الصَّحِيحَةِ فَهُوَ حَسَنٌ۔۔۔ الخ

(فتح الباری کتاب التفسیر)

ترجمہ: بہر حال تنہا آدمی کا دشمن کی کثیر تعداد لشکر پر حملہ کرنے کے مسئلہ کے بارے میں جمہور امت نے صراحت کی ہے کہ اگر اکیلے آدمی کا حملہ حد سے زیادہ شجاعت و بہادری دکھانے کے لئے ہے اور اس کا گمان یہ ہے کہ اس قسم کے حملے سے دشمن پر دہشت طاری ہوگی، یا اس قسم کے حملے سے مسلمان دشمنوں پر حملہ کرنے کے لئے جری ہو جائیں گے یا اس قسم کے کوئی اور نیک مقاصد ہیں تو وہ اچھا اور پسندیدہ ہے۔۔۔۔ الخ

اسی طرح امام قرطبی رحمہ اللہ نے اپنے تفسیر میں امام محمد رحمہ اللہ سے نقل کر کے فرماتے ہیں:

وَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ الْحَسَنِ: لَوْ حَمَلَ رَجُلٌ وَاحِدًا عَلَى
أَلْفِ رَجُلٍ مِنَ الْمُشْرِكِينَ وَهُوَ وَخْدُهُ، لَمْ يَكُنْ
بِذَلِكَ بَأْسٌ إِذَا كَانَ يَطْمَعُ فِي نَجَاةٍ أَوْ نِكََايَةٍ فِي
الْعَدُوِّ، ---- وَإِذَا كَانَ فِيهِ نَفْعٌ لِلْمُسْلِمِينَ فَتَلَفَتْ
نَفْسُهُ لِإِعْزَازِ دِينِ اللَّهِ وَتَوْهِينِ الْكُفْرِ فَهُوَ الْمَقَامُ
الشَّرِيفُ الَّذِي مَدَحَ اللَّهُ بِهِ الْمُؤْمِنِينَ فِي قَوْلِهِ: "إِنَّ
اللَّهَ اشْتَرَى مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنْفُسَهُمْ" [التوبة: الآية،
إِلَى غَيْرِهَا مِنْ آيَاتِ الْمَدْحِ الَّتِي مَدَحَ اللَّهُ بِهَا مَنْ بَذَلَ
نَفْسَهُ.

(تفسیر القرطبی، زیر تفسیر البقرہ آیت: ایک سو پچانوے)

امام محمد بن شیبانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اگر اکیلا آدمی ایک
ہزار مشرکین کے لشکر پر حملہ کر دے تو اس میں کوئی گناہ نہیں
ہے، جبکہ حملہ کرنے والے کو دشمن کی اذیت سے نجات
پانے کی اُمید ہو یا دشمن کو زخمی کرنے یا مار ڈالنے کی توقع
ہو۔۔۔۔۔ اور جب اس میں مسلمانوں کی منفعت ہو، اور
ان کی جان اللہ تعالیٰ کے دین کی عزت کی خاطر اور کفر کو

ذلیل کرنے کی خاطر جائے تو یہ وہ ماعلیٰ مقام ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں مومنوں کی تعریف فرمائی ہے کہ:

بے شک اللہ نے مومنوں سے اُن کے جان و مال خرید لیے ہیں کہ وہ اُنہیں اُن کے بدلے میں جنت دے گا۔ وہ اللہ کی راہ میں دوسروں کو بھی ہلاک کرتے ہیں اور خود بھی شہید ہوتے ہیں۔۔۔ (التوبہ) اور مذکورہ آیت کے علاوہ اور بھی کئی آیات میں اہل ایمان کی تعریف فرمائی ہے۔

بہر حال اللہ تعالیٰ ہمیں بھی جذبہ جہاد اور شوق شہادت سے سرفراز فرما کر میدان کارزار میں کفار اور مشرکین کے کھوپڑیاں اڑانے کی توفیق عطا فرمائے، اور جب اس دار فانی سے کوچ کرنے کا وقت آ پہنچے تو ایسے حال میں ہو کہ میدان جہاد میں کفار و مشرکین کے ہاتھوں مقبول و مبرور حقیقی شہادت نصیب ہو، یہی تمنا اور یہی آرزو ہے۔ آمین یا رب المجاہدین۔

افسوس ضد افسوس کہ شاہین نہ بنا تو
دیکھے نہ تیری آنکھ نے قدرت کے اشارات
تقدیر کے قاضی کا یہ فتویٰ ہے ازل سے

ہے جرم ضعیفی کی سزا مرگ مفا جات
فتویٰ ہے شیخ کا یہ زمانہ قلم کا ہے
دنیا میں اب رہی نہیں تلوار کا رگر
لیکن جناب شیخ کو معلوم کیا نہیں
مسجد میں اب وعظ ہے بے سود و بے اثر
ہم پوچھتے ہیں شیخ کلیسا نو از سے
مشرق میں جنگ شر ہے تو مغرب میں بھی ہے شر
حق سے اگر عرض ہے تو زیبا ہے کیا یہ بات
اسلام کا محاسبہ مغرب سے درگزر؟

ایک دردمندانہ دعوت بنام امت مسلمہ!!

اے میرے پیارے مسلمان مخاطب! چاہے آپ چھوٹے ہو یا بڑے، مرد ہو
یا عورت، پنجابی ہو یا پٹھان، جو بھی ہو اگر آپ کے دل میں اللہ تعالیٰ کی توحید اور نبی کریم
ﷺ کے رسالت محکم ہے اور سارے ضروریات دین پر ایمان لایا ہے، تو پھر میرے سر
کے تاج ہو، بس اس بندہ ناچیز کی اس دردناک کو سمجھنے، عمل کرنے اور دوسروں تک پہنچانے
کی کوشش کرو۔

ساری امت مسلمہ مظلوم ہے، اگر برما کی طرف نگاہ دوڑانا چاہو گے تو ہر طرف
بے بس مظلوم مسلمان کے جسم کے ٹکڑے نظر آئیں گے، کبھی بھوک و پیاس سے مرنے والوں
کی لاتعداد لاشیں دیکھنے میں آئیں گے۔ اور اگر شام و فلسطین کی پاک و مبارک اور سرزمین

انبیاء علیہم السلام کی طرف دیکھو گے تو کفار کی طرف سے پاسپورس بموں اور زہریلے میزائلوں کی وجہ سے وہاں کے مسلمانوں، بوڑھوں، بچوں، عورتوں کے ٹکڑے ہی ٹکڑے نظر میں آئینگے، کبھی ان شہداء کے لاشیں گرتے ہوئے آبادیوں کے نیچے دبے ہوئے نظر آئینگے۔ اسی طرح مسلمانان افغانستان پر اڑتالیس ممالک کے کفار نے اٹھارہ سال ہوئے کہ اُسے یلغمار بنائے ہوئے ہیں، اور وہاں مسلمانوں کے چین و سکون کو تباہ کر لیا ہے، اور طرح طرح کے مظالم ان پر ڈھائے گئے اور ابھی تک جاری ہیں۔ اسی طرح ہمارے اپنے ملک پاکستان کے شہ رگ کشمیر کے مسلمانوں کو بہتر سال ہوئے کہ ہندوؤں نے ان پر ہر طرح کے مظالم کئے حتیٰ کہ اب ان ہندو درندوں نے تین سو مسلمان لڑکیوں کو اغواء کر کے ان ساتھ زیادتی کیا اور ان کی عزتوں کو تار تار کر گئے اور کر رہے ہیں، میں کن کن ملک کا نام لوں گا، یہی حال تمام دنیا کے مسلمانوں کا ہے،

ایسے نازک حالات میں ایک مسلمان کو بحیثیت مسلمان کیا کرنا چاہیے؟ اور دین اسلام اُسے کیا حکم دیتا ہے؟ کیا ایسے حالات میں کہ امت مسلمہ کفار کے آگ میں جل رہے ہوں اسلام مسلمان کو آرام سے خوابِ غفلت میں سونے کا درس دیتا ہے؟ یا مال و متاع، اہل و عیال کے ساتھ غفلت کی زندگی گزارنے کی درس دیتا ہے؟ یا پھر تجارت و حرفت، مزدوری و کاروبار، ڈیوٹیوں میں زندگی گزارنے کا درس دیتا ہے؟ یا اللہ اللہ کرنے، صرف پانچ وقت نماز، درس و تدریس، دعوت و تبلیغ، تعلیم و تعلم کا درس دیتا ہے؟ نہیں! نہیں! بالکل ایسا نہیں ہے جیسا کہ ہم تم نے سمجھا ہیں، بلکہ ایسے حالات میں اسلام کفار کے خلاف لڑنے اور ان کے کھوپڑیاں اڑانے کا درس دیتا ہے، اپنے مظلوم مسلمان بھائیوں، بہنوں



کی ہر طرح، مالی، جانی، لسانی اور تحریری طور پر مدد کرنے کا درس دیتا ہے، مجاہدین اسلام کے لشکر میں شامل ہونے اور ان کے مالی تعاون کا درس دیتا ہے۔

اب لئے میرے مسلمان بھائی اپنے رب پر توکل کر کے علم جہاد تھام کر میدان کارزار میں کھود کر کفار و مشرکین کے خلاف عملی جہاد میں امت مسلمہ کا ساتھ دیجئے، اور اپنے رب کے بارگاہ میں سرخرو ہو کر حاضر ہونے کی کوشش کیجئے، ورنہ اگر ہم سنبھل نہ گئے تو یہ آگ ہمارے گھروں میں آنے والا ہے!!

اللہ تعالیٰ ہم سب کو خواب غفلت سے بیدار کر کے کامل ایمان کے ساتھ کفار کے خلاف لڑنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین ثم آمین۔

ندیم غفرلہ الرحیم

یوم الاربعاء

9 صفر المظفر 1441ھ

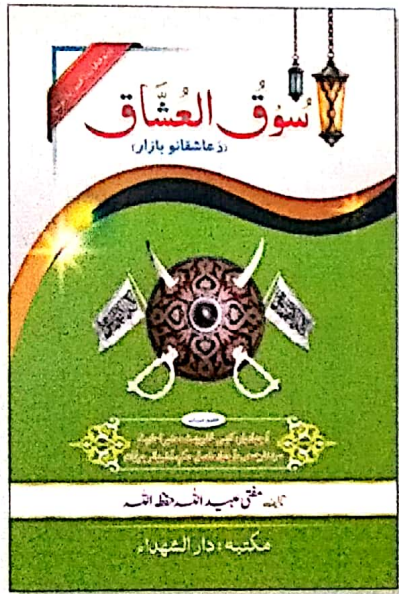
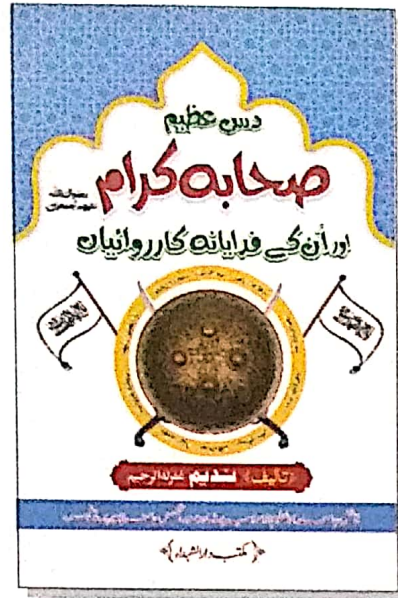
موافق

19 اکتوبر 2019ء

المراجع

- (1): أسد الغابة في معرفة الصحابة
- (2): الإصابة في تمييز الصحابة
- (3): الاستيعاب في معرفة الأصحاب
- (4): معرفة الصحابة لابن منده
- (5): تاريخ الاسلام
- (6): الطبقات الكبرى
- (7): سير أعلام النبلاء
- (8): صور من حياة الصحابة
- (9): البداية والنهاية
- (10): سير الصحابة (اردو)
- (11): سيرة البصطفى
- (12): اسلام اور شہادتِ حمله
- (13): صفحہ عالم پر تاریخی نقوش
- (14): ۱: حياة الصحابة
- (15): میزان الاعتدال في نقد الرجال

دیگر تالیفات



مکتب دار الشہداء

میزان پریس
0334-8696969